معنون

گورو حضور داتا دیال مہرشی مہاراج

شیو برت لال جی

کی

پاک اور مقدس

آتما کے

ادیبؔ

عاصی

روی سنگھ

~~محلہ شاہی بخش بازار~~ لنگر محل اور ور مل گر

مکان ~~۸-۳-۳۳~~ ۱-۲-۳۳/۶

اندھرا پردیش

حیدرآباد دکن

۲۸

پیش لفظ

روزنامہ "ہندو" اخبار کے مذہبی اور اخلاقی کالم کے نظر سے گزرنے
پر "بھرت گیتا" کا ذکر یک لخت توجہ کا مرکز بن گیا۔ یہ انوکھا اور اچھوتا
تصور تخلیق اور تحقیق کی کاوشوں کا موجب ہوا۔ ساتھ ہی یہ خیال
جاگ اٹھا کہ "بھگوت گیتا" کی طرح کیوں نہ بھرت کے جیون چرتر
کو "بھرت روپ" کے روپ میں ڈھالا جائے۔ جسکے تعلق سے کوئی
اہل قلم۔ عالم۔ پنڈت اس جانب توجہ مبذول نہیں فرمائی
ایک عرصہ اسی سوچ و فکر میں گزر گیا۔ لیکن یہ خیال عقدہ کشائی
کے راز سے ہمکنار نہ کر سکا۔ اپنی سعی ناکام سے مایوس بھی نہ ہوا۔ آخر کار میرے
مشفق اور کرم فرما دوست محبوب نارائن صاحب کے مفید اور کارآمد مشوروں نے
حضور داتا دیال مہرشی شیوبرت لال جی مہاراج جو میرے گرو بھی ہیں
کی تصانیف "گیان راماین" "گیان کرشنائن" اور "گیان بدھائن"
جیسے انمول اور معلومات آفریں کتب زیر مطالعہ آئیں۔ آپ ہی کی وساطت اور
اعانت سے یہ خوابیدہ اور ناتمام تصور حقیقت کی شکل میں رونما ہوا
جو اس تالیف کا موجب ہی
"بھرت روپ" کا تصور ہی "بھرت گیتا" کی تخلیق میں بڑی
تقویت اور جان آفریں ثابت ہوا۔ قلبی سکون۔ مطلوبہ مواد کی فراہمی و
ترتیب ابواب میں سہولت بھی ہوئی۔ اسکو مختلف ابواب میں منقسم
کیا گیا تاکہ دلچسپی اور افادیت بھی قائم رہے جملہ تصفیہ قارئین
کی حق پسندی اور فرض شناسی پر منحصر ہے کہ کس حد تک مفید
مطلب و مد و مؤید مقصد ہو سکتے ہیں

مصنف

فہرست ابواب

نمبر سلسلہ	ابواب	صفحہ
۱	آریہ ورت	۱ تا ۷
۲	راجہ دشرتھ	۸ تا ۱۳
۳	رام	۱۴ تا ۲۰
۴	بھرت	۲۱ تا ۳۱
۵	چترکوٹ کی یاترا	۳۲ تا ۴۲
۶	راون	۴۳ تا ۴۷
۷	رازِ خودی	۴۸ تا ۶۴
۸	بھرت کوپ	۶۵ تا ۷۸

اوم

شری گنیش آئینہ

باب پہلا

آریہ ورت

(بھارت ورش)

تواریخ و مشاہدات عالم اس بات کی کھلی تصدیق ہیں کہ تخلیق کائنات کے بعد سے آج سے پانچ ہزار سال قبل تک پورے عالم اور آریہ ورت میں سوائے ویدک دھرم اور آریوں کی حکومت کے کسی اور کی حکمرانی نہیں تھی۔ بھارت دیش ایک ایسا ملک ہے جس کی مثال دنیا بھر میں نہیں ملتی۔ اس قطعہ سرزمین کو (سورن بھومی) سونے کی زمین کہتے ہیں کیونکہ یہاں سونا و جواہرات افراط سے دستیاب ہوتے ہیں۔ ان واقعات سے یہ واضح ہو گیا کہ سابق میں بھارت کا کیا مقام تھا۔ جس ملک کی حکمرانی ساری دنیا پر قائم تھی۔ اسکو آریہ ورت اسلئے کہتے ہیں کہ اس میں آریہ (اچھے لوگ) رہتے بستے اور حکومت کرتے تھے۔ جنکا ذکر منو سمرتی میں کیا گیا ہے۔ کوروں اور پانڈوں کے چکرورتی راج تک بھارت ورش کا اقتدار کئی دیگر ممالک پر قائم تھا۔ چنانچہ مہابھارت کی جنگ عظیم کے وقت چین کا راجہ بھاگ دت۔ امریکہ کا راجہ ببرواہن۔ یورپ کا راجہ وڈالاکش یونان و ایران کا راجہ شلیہ کو حکماً شرکت جنگ کی دعوت دی تھی

ان راجوں کی تمام افواج مہابھارت کے میدان کارزار میں صف آرا تھیں۔ آریہ ورت کا چکرورتی راج سوایمبھو منو سے پانڈوں تک ہی قایم رہا۔

ان مسلمہ اور مصدقہ حقایق کی روشنی میں غور کیا جائے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ بھارت ہی وہ دیش ہے جہاں تعصب سے پاک ہر مذہب و ملت کے لوگ آرام۔ آسایش۔ عزت اور شان و شوکت سے چین کی زندگی بسر کر چکے۔ کر رہے ہیں اور آیندہ بھی کرتے رہینگے۔ بھارت کی آغوش میں پرورش پانے والے خوش نصیب ہیں۔ جنکو آزادی خیال کا اظہار اور مذہب و عقیدت کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ جس پر کسی قسم کی پابندی اور بندش نہیں

یہی وجہ ہے کہ بھارت میں ہمیشہ مذہب اور فلسفہ عقل و عقیدہ ہر دو ایک دوسرے کا دامن تھامے ہوئے دنیا میں اپنی عظمت۔ رواداری۔ یگانگت اور محبت کا ثبوت دیتے رہے کبھی باہمی اختلافات کا شایبہ تک نہیں پایا گیا۔ سخت کلامی اور دلآزاری سے بے نیاز تھے۔ جسکی وجہ منکر الحادیوں کو بھی اپنے عقائد و مسائل فلسفیانہ کے اظہار میں کوئی دقت نہ تھی ہر مذہب پھلا۔ پھولا۔ اور کمال عروج تک پہونچا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گیارویں صدی عیسوی کے مولانا صوفی میر محمد ابوالقاسم قدرتی نے ہندوستان کی مشہور و معروف تصنیف لوئی داشت کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ یہ ثبوت ہے کہ بھارت میں تصوف کا مسئلہ ہندو مسلم

الحاد کا سرچشمہ تھا۔ جس کے باعث عقائد پسندوں کے نئے نئے فرقے اور جماعتیں رونما ہوئیں اور عروج پر پہنچیں جن کا سلسلہ آج تک جاری۔ قائم اور برقرار ہے جو چشتیہ۔ سہروردیہ۔ قادریہ اور نقشبندیہ ہیں۔

ہندو مسلم اتحاد کا مزید ثبوت داراشکوہ کے رسالہ جات مجمع البحرین اور حق نما سے بھی ملتا ہے۔ داراشکوہ اپنے مجمع البحرین میں لکھتا ہے کہ :۔

"اسلام اور ہندو دھرم کے ماننے والوں میں
تفاوت لفظی کے سوا کوئی اور نمایاں فرق نہیں ہے"

داراشکوہ کے اس اظہار حقیقت سے ہمیں مزید یقین کامل ہوتا ہے کہ اظہار خیال اور مذہب کی اشاعت میں کسی قسم کی پابندیاں یا بندشیں عاید نہ تھیں۔ بلکہ ہندو مسلم یکجہتی کا عنصر حد عروج پر تھا من و تو کا بھید یک لخت معدوم ہو چلا تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز[1] کرشن بھگوان کو ولی تسلیم کرتے تھے۔ وہ ثبوت گیتا کے بہت دلدادہ اور اس سے متاثر بھی تھے وہ کرشن کو کنہیا جی سے موسوم فرمایا کرتے تھے۔ بنگالہ کے ولی صبغۃ اللہ اپنے آپ کو انکلیق راہم شمار کرتے تھے۔ داراشکوہ کا مزید بیان تھا کہ

"رسالہ مجمع البحرین کا نام اس موزونیت سے تجویز
کیا جس میں دو سمندروں کا آپس میں ملنا اور
حق شناسوں کے دو گروہوں کی سچائی اور عقلمندی
کا مجموعہ ہے"

حوالہ:۔ ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی رود کوثر،

کوئی اور ملک شاید ہی ایسی نظیر پیش کر سکتا - جملہ امتیاز صرف
بھارت ہی کو حاصل ہے جو مذاہب بھارت میں اپنا خاص مقام
رکھتے ہیں وہ - اسلام - عیسائی - بدھ - سکھ - پارسی جینی وغیرہ
ہیں - جہاں دیگر مذاہب کے نشوونما اور ارتقا کا یہ عالم تھا وہاں پر
ہی بھارت کا قدیم مذہب سناتن دھرم اپنی پوری شان و شوکت
سے سرزمین ہند پر روشن اور درخشاں ستارے کی طرح چمک اٹھا
سناتن دھرم کی تمامتر کاوشیں اس خاص توجہ پر مرکوز رہیں کہ کسطرح
اس مذہب کو عالمگیر حیثیت حاصل ہو - اس دور کے علما - عالم اور فاضل
ہستیاں اپنی پوری توجہ علمی ادبی اور روحانی ترقی کی جانب مبذول
کر رکھی تھیں - اشاعت اور مطبوعات کا سلسلہ جاری شدہ وہ سے
جاری رہا - انکی یہ بے لوث مساعی - ویدوں - اپنشدوں - پرانوں اور
سمرتیوں جیسی الہامی اور نایاب و کمیاب ذخائر کو مذہب اور قوم
کے اثاثے کی شکل میں پیش کیا مذہب کے یہ عظیم المرتبت اور باوقار
ذخائر اپنی آپ نظیر ہیں انکی قدر و منزلت کا اندازہ اسطرح کیا
جا سکتا ہے کہ یہ مقدس کتب نہ صرف انسانی زندگی کی تفصیل تک
محدود ہیں بلکہ ان میں نباتات اور جمادات کے رازہائے پوشیدہ
کو بڑی حسن و خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے - انکا مطالعہ ذہنی -
دماغی - روحانی اور مذہبی اعتبار سے مفید اور سودمند ہی نہیں
بلکہ ارتقائی پہلو کا مظہر بھی - روحانیت اور اخلاقیات کے نکات
نظر سے بھارت کو ایک خاص مقام حاصل تھا
بھارت میں بے شمار رشی منی گزرے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی

کے قیمتی دور بیش بہا لمحات ویدوں۔ اپنشدوں۔ شاستروں اور
پورانوں کے مطالعہ میں ہی وقف کر رکھی تھیں۔ پھر اپنے معلومات
کا خزانہ آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا۔ جس کے سبب موجودہ
منتشر زندگی سکون اور نروان کے استوار راہ پر گامزن ہو سکی۔
اگر ان حقائق کا ارتقائی گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو انسانی
زندگی کے پوشیدہ راز عام فہم ہو کر نجات اور مکتی کی رہنمائی کرینگے

پس معلوم ہوا کہ بھارت ہی وہ ملک ہے جہاں ابتدائے
آفرینش سے مختلف اوتار عالم وجود میں آئے۔ ہندو فلسفہ کے
لحاظ سے ادوار زمانہ کو چار حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ جس میں
سے تین دور (جگ) ختم ہو چکے چوتھا دور (کلجگ) جاری ہے۔ ہر جگ
اپنی خاص خوبی اور خصوصیت کا حامل رہا۔ پہلا جگ ست جگ
سے موسوم کیا جاتا ہے اس جگ میں چار اوتار ہوئے۔ جو مچھ۔ کچھ
وراہ اور نرسنگھ تھے ہر ایک کی تفصیل لطافت سے خالی نہیں صرف
اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے سرسری بیان پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے
ان اوتاروں کی مشابہت ایک معصوم زندگی سے کیجاتی ہے جس میں
معصومیت کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ جہاں مکر و تردد کا نام و نشان بھی
نہ تھا

ترتا جگ۔ مذہبی تعلیمات کے لحاظ سے اس جگ کے تین اوتار
وامن۔ پرسرام اور رام تھے۔ اس جگ کی اہمیت یہ ہے کہ کشور
اوستھا (بچپن) کے ختم ہوتے ہی زمانہ نے اپنی جوانی میں قدم رکھا
تو ظاہر ہے کہ بچپن اور آرام جاتا رہا۔ اسکے حادثے میں۔ دکھ

بے چینی۔ بیقراری اور احساس فرائض سے دوچار ہونا پڑا

دوآپر اس میں دھرم کو سہارا دینے کیلئے صرف ستوگن حرف دو

باقی رہا۔ جو کرشن اور بدھ اوتاروں کی شکل میں ظہور پذیر ہوئے

بھارت کا یہ وہ دور تھا جس میں دلیری۔ شجاعت۔ بہادری

جیسے خواص اپنی بلند حوصلگی کا سکہ بٹھا چکے تھے دل و دماغ کی صلاحیتیں

کمالِ عروج پر تھیں۔ بھگوان کرشن ارجن کو گیتا کا درس دیا تو

مہاتما بدھ عوام میں سنیاس اور تیاگ کا پرچار کر کے جاگرتی پیدا

کی۔ اب ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ کلجگ ہے۔ جس میں دکھ

رنج۔ غم۔ فکر و تردد کے سوا کچھ نہیں۔ ان سے چھٹکارہ پانا واحد

ذریعہ بھگتی۔ سیوا اور بھجن ہے۔ بھگوان کرشن نے بھی گیتا میں یہی

درس دیا ہے کہ:۔

"رام نام کا سمرن ہی کلجگ میں نجات اور
نروان کی پراپتی کا واحد حل ہے "

اس قدر تفصیل اور وضاحت کے بعد یہ حقیقت خود بخود ایک سچائی اور صداقت بنکر ظہور میں آئی کہ بھارت ورش کتنی قدر و منزلت کا حامل ہے۔ جسکی سرزمین سونا اگلتی ہے تو دوسری جانب روحانیت۔ فلسفہ۔ اخلاقیات کے درس کے علاوہ مقدس اور الہامی کتب کا مخزن بھی ہے۔ جیسا کہ۔ وید۔ اپنشد۔ پُران سمرتی۔ رامائن۔ مہابھارت۔ بھگوت گیتا۔ دھرم گرنتھ اور ستیارتھ پرکاش جیسے نایاب نسخہ جات عالم وجود میں آئے۔ جو خاص تعظیم و تکریم کے مستحق ہیں۔ اگر ہم صرف ان پر بنظر غائر غور کریں تو معلوم

ہوگا کہ یہ تمام ضروریاتی علوم اور فنون کا منبع ہے۔ وید کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جو رگ وید۔ یجروید۔ سام وید اور اتھروید ہیں رگ وید کو گیان کا بھنڈار۔ یجروید کو کرم کا مخزن۔ سام وید کو اپاسنا کا مجموعہ تو اتھروید کو گیان۔ کرم اور سنگیت کا گنجینہ تصور کرتے ہیں۔ چونکہ وید کو الہامی درجہ و رتبہ حاصل ہے ابتدائی دور میں اسکو صرف زبانی یاد اور سنایا جاتا تھا اسلئے اسکو شرتی سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

لیکن امتداد زمانہ اور حالات نے اسطرح کروٹ بدلا کہ بھارت ورش میں سناتن دھرم کی بنیادیں کچھ کھوکھلی ہونے لگیں جسکے باعث عوام کا اعتقاد متزلزل اور کمزور ہوتا چلا۔ ایسے نازک وقت پر عوام کی نظریں۔ پختہ ہادی اور رہبر کی متلاشی ہوتی ہیں۔ تو اوتاروں کا ورود عمل میں آتا ہے ایسے وقت جب ملک اور قوم میں مذہبی اور روحانی اعتبار سے گمراہی اور بے راہ روی پیدا ہو جاتی ہے تو اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دینے کیلئے اوتاروں کا ظہور عمل میں آتا ہے۔ جس دور میں رام شریر دھارن کرکے اوتار لئے وہ ترتا جگ تھا۔ بھارت نواسیوں کیلئے رام کا اوتار کلیان کاری اور نجات دہندہ کی شکل (روپ) میں ظہور پذیر ہوا۔

باب دوسرا

راجہ دشرتھ

راجہ دشرتھ کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ پچھلے جنم میں بھی راجہ ہی تھے۔ اسوقت انکو راجہ منو اور انکی رانی شت روپا کہلاتی تھیں۔ حکمرانی کے علاوہ راجہ منو پوجا پاٹھ اور بھگتی میں زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ جسکا اثر رانی شت روپا پر ایسا چھایا کہ وہ بھی صدق دل اور سچی بھگتی کے رنگ میں راجہ منو کے ساتھ شریک ہو گئی بھگتی۔ گیان۔ بھجن اور عبادت کا جذبہ حد کمال کو پہنچ چکا۔ یہ روحانیت اور خداپرستی کی اعلیٰ ترین منزل ہوتی ہے۔ جہاں بھگت کو بھگونت کا دیدار آسان ہو جاتا ہے یہی کیفیت راجہ منو اور رانی شت روپا کی ہوئی۔ بھگوان وشنو انکی بھگتی سے متاثر ہو کر ساکار روپ میں درشن دے گئے۔ دیالو پرماتما اپنے بھگتوں کی ہر خواہش پوری کرتا ہے رانی اور راجہ نے ایک زبان بھگوان سے خواہش ظاہر کی کہ "اے پربرہم پرمیشور ہماری دلی آرزو ہے کہ ہمکو آپ جیسی اولاد پیدا ہو۔"

وشنو بھگوان انکی پرارتھنا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا:-

"یہ دو دان اگلے جنم میں تم راجہ دشرتھ اور رانی کوشلیا کے روپ میں جنم لو گے اسوقت میں نرسنگھ پرمیشور دھارن کرکے رام چندر کا نام لیکر جنم لونگا"

جب ورن آشٹ روپا اور راجہ منو کی منوکامنا پوری ہو چکی
بھگتی کا لالچ بھی ملا اور تیسرے جنم کا سندیش

اس پر دھن کے پانچ سو برس بعد راجہ منو اور رانی شت روپا کو ہر طرح سے اطمینان اور سکون حاصل ہو چکا تو دوسری فکر یہ دامن گیر رہی کہ اگھو کل بنس میں جنم کب اور کیسے ہو گا۔ انکی یہ سوچ اور فکر ارشادات خداوندی کی تکمیل جیسے کسی لحاظ سے بھی بے سود منہ دار کار آمد ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو وعدہ ہو چکا ہے پورا ہو کر رہیگی۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔

راجہ منو کا اگھو کل بنس میں جنم لینا یقینی اور اٹل تھا شہور ماضیہ کا تاریخی ثبوت جو اجودھیا نگری سے متعلق ہے کہا جاتا ہے کہ یہ سوت متی کی راجدھانی تھی جسکا تعلق سورج بنسی خاندان سے تھا مختلف سلاطین کا دور حکومت قائم تھا۔ راجہ دشرتھ بھی سورج بنسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے یہ خاندان امور مملکت میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ اجودھیا راجدھانی تہذیب تمدن۔ علم و فنون کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ جب راجہ دشرتھ اجودھیا کا راج سنگھاسن سنبھالے تو ہر طرف اقبال مندی و شان و شکوہ سے رونق کرتے رہے۔ راجہ کی تین رانیاں کوشلیا۔ سمترا اور کیکئی تھیں۔

ان میں سے کافی عرصہ تک کسی کو کوئی اولاد نصیب نہ ہوئی۔ ہندو دھرم اور شاستر کے لحاظ سے بیٹے جنم کے بغیر موکش ملنا کسی طرح ممکن نہیں سمجھا جاتا۔ پھر وشنو بھگوان کا بردان کبھی حال میں خالی نہیں جاسکتا مگر جہاں وہم اور شک پیدا ہو جائے تو عدم اعتقادی متزلزل

تصورات سود مند اور بے سود تدابیر اختیار کرنے پر ان کو مجبور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہی حال راجہ دشرتھ کا ہوا۔ اولاد کی خواہش اور تمنا مجبور کر دی کہ کوئی حل نکالا جائے۔ راج گورو مہرشی وششٹ جی کی ہدایت پر پتریشٹی یگیہ رچایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ دشرتھ کے محل میں رام۔ بھرت۔ لکشمن۔ اور شتروگھن کی پیدائش عمل میں آئی۔ راجہ دشرتھ کی دلی تمنا پوری ہو چکی اور بھگوان وشنو کا بردان بھی پائے تکمیل کو پہنچ چکا

یہاں بطور خاص اس صداقت کا اظہار ضروری ہو جاتا ہے کہ راجہ دشرتھ کے تعلق سے ویدک۔ روحانی اور تصوفی نظریات کا اطلاق کس طرح عاید ہوتا ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں راجہ دشرتھ کو کرم اور گیان اندریوں کا اوتار تصور کیا جاتا ہے تو انکی تینوں رانیوں کوشلیا سومترا اور کیکئی کو علی الترتیب ست۔ رج اور تم گنوں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اس امتزاج کا ویدک پر بھاؤ یہ ہوا کہ ستوگن سے رام تموگن سے تشکیل روپی بھرت اور رجوگنی تحریکات سے لکشمن اور شتروگھن پیدا ہوئے۔ ان گنوں کا آپسی ملاپ بھی خاص خوبیوں کا حامل ہے۔ رام اور لکشمن کا ملاپ ستو اور تمو ہو گئی۔ رجوگن کو کریا شکتی کی عظیم طاقت اور تحریکات کا مرکز قرار دیا جاتا ہے۔ رام کے ساتھ لکشمن اور بھرت کے ساتھ شتروگھن کا شریک رہنا اس بات کی کھلی تصدیق ہے۔ کہ ست کے ساتھ تمو اور رجو کے ساتھ تمو کا سنگم رامائن کا اساسی اور بنیادی پہلو کا مظہر ہے۔ رام اور لکشمن۔ بھرت اور شتروگھن کی ایک دوسرے کے ساتھ آپسی کشش رامائن کی ہمہ گیر شہرت۔ پاکیزگی

اور تقدس میں چار چاند لگا دئے۔ یہ چار عددی نمبر (ہندسہ)
ذری راماین میں بڑی اہمیت اور خصوصیات کا حامل ہے۔
لنکا کو فتح کرنے کے لیے رام کے ہمراہ چار سپہ سالار نل نیل۔ انگد
اور ہنومان تھے۔ راون کی نگری لنکا کے چار محافظ دروازے
تھے دشمن پر حملہ ان چار دروازوں سے ایک ساتھ کیا گیا۔ چڑھائی
سے پہلے انگد بحیثیت سفیر راون کے دربار میں پہونچا اور راون کو
راون کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر کوئی صورت کارگر نہ ہوئی اسوقت
انگد نے بھرے دربار جوش اور جذبے میں کا ئی ٹوٹ سے زمین پر
اپنے دونوں ہاتھ مارے جس کے باعث پوری لنکا نگری جھول اٹھی اور
راون کے سر کے مکٹ زمین پر گر پڑے ان میں کے چار مکٹوں سام
دام - بھید اور ڈنڈ کو رام کے قدموں میں پھینک دئے۔

عمیق معلوماتی اور تحقیقی نگاہ سے غور کریں تو یقین کامل
ہوتا ہے کہ رام اور بھرت   رجوگنی شکتی - دھرم - کرم -
گیان اور بدھی کا ادھکار نکر سروسوروپ ساکشات کار کلیان کاری
ہونیکا مکمل ثبوت ہیں - تلسی داس جی اس راز کو بڑی حسن و خوبی
سے نہایت پر اثر انداز میں پیش کیا - رام کے ساتھ لکشمن اور بھرت کے
ساتھ شتروگھن ابزام اور ملزوم کی صورت میں ظاہر کئے گئے - تاکہ
من - بدھی - چت اور اہنکار ایک دوسرے کے ساتھ مربوط رہکر ہی
راون جیسے اگیان اور اہنکاری روپ کا خاتمہ کر سکتے ہیں راتح
نگری اجودھیا میں بھرت اسی روپ میں اپنے دھرم کا پالن کرتے

رہے

رام کے نرشریر دھارن کرنیکا اصل مقصد یہی تھا۔ جب
سورج بنسی کل میں رام کا جنم ہوا تو راجہ دشرتھ اپنے لڑکوں
کو علوم ظاہری و رموز باطنی سے آراستہ و پیراستہ کرنیکی
ذمہ داری گورو وششٹ جی کے سپرد فرمائی۔ اس میں کوئی شک
نہیں کہ اولاد کی تربیت کا فرض ماں باپ کی اولین توجہ کا محتاج
رہتا ہے۔ مگر یہاں صرف ایک دکھاوا اور ظاہرداری تھا کہ رام۔
لکشمن۔ بھرت اور شتروگھن کو کسی گورو کی ضرورت لاحق ہے
وہ تو مکمل اوتار اور برہمہ روپ کی شکل میں اپنی لیلا رچانے نرشریر
دھارن کر چکے تھے۔ مگر انکی جامہ میں اخلاقی۔ تعمیری۔ تربیتی۔ تمدنی
معاشرتی اور اقتصادی ذمہ داری اکا ظاہری حق راجہ دشرتھ کو ادا کرنا ضروری
اور لازمی تھا

ابھی رام شاہی محل کی زندگی کے بارہ ۱۲ سال بمشکل ختم کئے تھے
کہ گورو وشوامتر جی نے راجہ دشرتھ سے خود کی حفاظت کی ضمانت
میں رام اور لکشمن کی خدمات کی مانگ کی۔ کیونکہ وہ راکششوں کے
ظلم اور تشدد سے مجبور اور عاجز آچکے تھے۔ راکشش برابر انکی بھگتی۔
یگیہ اور تپ میں خلل اور رکاوٹ پیدا کر رہے تھے۔ جسکی وجہہ
انکا سکون قلب کافور ہو چکا تھا۔ یہاں اس صداقت کا اظہار بھی
ضروری ہے کہ وشوامتر رشی کا وجود بھی عارضی اور فرضی تھا۔ کیونکہ
رام کا جنم سروشکتی مان ساکشات کار کلیان کاری روپ میں
تھا۔ نرشریر میں بھگوان اس لیلا کو دکھلانے کیلئے رشی وشوامتر جی کا
سہارا لیا اسکے سوا اور کچھ نہیں۔

غور و فکر کا مقام ہے کہ اس شاہی دبدبہ ۔ جاہ و حشمت شان و شوکت کے حامل شہزادے کس طرح ان راکششوں کا مقابلہ کر سکینگے ۔ مگر یہ حقیقت اور صداقت و اصلیت اپنا اثر اور وجود دنیا والوں کیلئے راز ایزدی و جلوۂ خداوندی سے کچھ کم نہیں ۔ جسکے لئے بصارت نہیں بلکہ بصیرت اور روشن ضمیری کی ضرورت ہے

گورو کی حاجت برآری کی تکمیل میں راضی ہونے سے رام اور لکشمن کا اپنے گورو وشوامتر جی کے ہمراہ بن کی یاترا میں روانہ ہونا ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا کرم ۔ گیان اور اپاسنا کا یہ سنگم دیولوک سے نکل کر سرزمین بھارت پر جلوہ افروز ہو چکا ہے ۔ یہ تریوکی سنگم بن یاترا میں جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا فتح ۔ نصرت ۔ کامرانی جگہ جگہ پر قدم چوم رہی تھی ۔ حصول مقصد کا درخشاں ستارہ ہر مقام پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔

اس بن یاترا میں رشی وشوامتر کا وجود محبت ۔ دوستی اور یکتائی کا مظہر تھا ۔ رام اور لکشمن کا ساتھ رہنا اس میں مزید تقویت کا موجب ثابت ہوا ۔ چونکہ وشوامتر رشی کو مترتائی کا انمول رتن مانا جاتا ہے ۔ اسلئے اس دوستی کا اثر اس وقت تک تکمیل نہیں پاتا ۔ جبتک اسکا تانا بانا اور حمایت میں (من) (رام پابرہما اور جیو) لکشمن شریک نہ ہوں ۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ کرم ۔ اپاسنا اور گیان اپنے اکھنڈ روپ میں رشی وشوامتر کے ساتھ مصروف پیکار تھے ۔ رام کا کلیان روپ رشی کی سکھ ۔ سکون اور شانتی کے پراپتی کا کارن بنا جب تپ یگیہ اور بھگتی میں مصروف ہو چکے

رام کا اجودھیا نگری میں اوتار لینا راجہ دشرتھ کے پچھلے جنم کی بھگتی اور سیوا کا پھل تھا۔ پچھلے جنم میں منو اور شت روپا کی بھگتی کے زیر اثر بھگوان وشنو نے جو بردان دیا تھا۔ اسی کے نتیجے میں جگت کلیان کاری رام راجہ دشرتھ کے پتر اجودھیا نگری میں اوتار دھارن کر کے راون کو ختم کیا۔ تو بھرت اپنی بھگتی اور سیوا کے روپ میں اپنے آپ کو بشکل اوتار پیش کرتے ہوئے اس انوکھی اور اچھوتی تخلیق کے بھرت گیتا کو جنم دینے کے موجب بھی قرار پائے۔

باب تیسرا

رام

رام کا اوتار لینا راجہ منو اور رانی شت روپا کے پچھلے جنم کی بھگتی، سیوا اور روحانیت کا اثر ہے۔ اجودھیا پوری میں رام کا پیدا ہونا بڑی خوبیوں اور خصوصیات کا حامل ہے۔ بھگوان وشنو کا بردان بھی یہی تھا کہ وہ اجودھیا نگری میں کوشلیا ماتا کے کوکھ سے جنم لیں گے۔ رام گیان، یوگ اور دھرم کا مکمل اوتار ہیں۔ ان کا جنم سرزمین بھارت پر اس وقت ہوا جبکہ دھرم، گیان، یوگ اور بھگتی کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ عوامی زندگی وبال جان۔ کسمپرسی بے سروسامانی کی تاریک گھٹاؤں میں سسکتی ہوئی دم توڑ رہی تھی

حتیٰ کہ رشی منی اور عابد بھی اپنے لئے خطرہ محسوس کر رہے تھے
یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ان صداقت اور سچائی کی بلند ترین منزل
پر ہونکر عقل - علم - دانائی اور فضیلت کے اوصاف کو حفاظت خود اختیاری
کا آلہ کار تصور کرتے ہوئے زندگی کے دن بسر کر رہا تھا - ان عالموں اور
فاضل شخصیتوں کا یہ تصوری رجحان تحفظ خود اختیاری کا ضامن
ثابت نہ ہو سکا - تو ایسے نازک اور غیر یقینی وقت کی پکار ایک
بہادر - دلیر کشترو کے سایہ پناہ کی طالب ہوئی - تاکہ وہ اپنے - بل
بوتے - ہمت - شجاعت - دلیری اور بہادری سے انکا حق حفاظت
اعانت اور مداومت کر سکے - وقت کی یہ صحیح احتیاج رام کے نزول
دھارن کرنیکی موجب ہوئی -

رام اوتار کی اس حقیقت اور صداقت کو سمجھنے کیلئے
ہمکو دو حالتوں پر غور کرنا ازبس ضروری ہو جاتا ہے - پہلی حالت
پربرہم روپ اور دوسری پنڈ روپ - چونکہ رام کا اوتار انسانی
جامہ میں ظہور پذیر ہوا ہے لیکن یہ دہرے خصوصیات کا حامل
ہے - رام کو پربرہم روپ اور پنڈ روپ کی مجموعی شکتی مانی گئی ہے
مگر یہ ایک کھلی صاف اور واضح حقیقت ہے کہ رام اوتار انسانی شکل
میں ہویدا اور ظہور پذیر ہے - مگر اس صداقت سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا
بلکہ ماننا اور تسلیم کرنا پڑھتا ہے کہ یہ شکتی محیط کل - اوم - ست - چت
آنند سروپ ہے یعنے حق بالذات - علم بالذات - سرور بالذات کا
مجموعہ کل ہے - جسکی وساطت - اشارے اور رہبری سے کائنات کے
سارے کاروبار جاری اور ساری ہیں - اگر کسی وقت بھی اس نظام
کائنات میں خلل واقع ہو یا توازن بگڑ جائے تو اسکو درست کرنیکے لئے
اوتاروں کا ورود ہوتا ہے

ترتا جگ کے اواخر میں سری رام چندر بھگوان کا جنم ہوا
بھارت کا یہ وہ دور تھا۔ جس میں گرہست آشرم پر زیادہ
توجہ دیجاتی تھی۔ اس دور کی خاص خوبی یہ تھی کہ ہر شخص خلوص
محبت۔ رواداری اور ایثار نفس کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ تحفظ خود
اختیاری کا اس دور میں رجوگنی عنصر بھی اپنی پوری شد ومد اور
قوت تضاد کے ساتھ شخصی زندگی کیلئے دشمنی زندگی کے روپ میں
غالب آچکا تھا۔ جسکا اثر یہ ہوا کہ جو لوگ۔ بھگتی۔ عبادت الٰہی
اور پوجا پاٹھ میں مصروف رہتے تھے انکو اپنی حفاظت خود اختیاری
اور تحفظ شخصی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اس بے بس اور لاچار زندگی
میں رام کا سہارا ہی سکون قلب و راحت کا موجب ہوا۔

اس کلیان کاری و مقتدر کل رام اوتار کو اگر وچار بھاگ کی
روشنی میں تصور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ شروان۔ منن۔ ندھیاسن اور
ساکشات کار مکمل روپ میں اشور کا اوتار تھے ترتا جگ میں رام کو
کرم۔ آپا سنا اور گیان کا سمپورن جاگرتی انمول رتن کہا جاتا تھا۔ اسی
وجہ سے دواپر میں بھی بھگوان کرشن نے فرمایا کہ:۔

"کلجگ میں رام کا سمرن ہی نروان
پراپتی کا واحد ذریعہ ہے"

بھگوان کرشن کے اس بیان سے ہمارے تصورات کو مزید استحکام اور
استواری حاصل ہوتی ہے۔ دنیز رام اوتار کی اہمیت اور افضلیت
میں اضافہ بھی۔ رام کو ہم (ہر ہستی) عقل وادراک کا (منبع)
جوانمردی اور دلیری کا خزانہ اور تمام بھنڈاروں کا مکمل روپ مانتے ہیں

تریتا جگ میں رام کا وجود تھا۔ اور مایا سے بلند اور روحانیت کی
عظیم مرتبت کا حامل تھا۔ اسلئے انکو حق الیقین عین الیقین کا
رتبہ دیا جاتا ہے۔

اگر رام کی زندگی کو مذہبی اعتبار سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ
انکی شخصیت مخزن۔ معدن اور سرچشمہ حیات سے کمتر نہیں۔ علوم
فنون اور گیان کے لحاظ سے غور کیا جائے تو ہم انکو برہمان۔ انومان۔
اور شبد کا خزانہ مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انکو انتریامی کہتے ہیں۔
انکی زندگی ہمارے لئے شمع ہدایت اور مشعل پرنور سے کم نہیں۔ کیونکہ
انسانیت کا عملی درس انہی کی ذات پاک سے حاصل ہوتا ہے
رام اوتار کو سمجھنا ہماری ادنی عقل اور محدود فہم و رسا سے بالاتر ہے
وہ انسانی جامہ پہنکر جس فلسفہ حیات کو پیش کیا اسکا مختصر خاکہ
ذیل کی سطور میں پیش کیا جاتا ہے۔

بھگوان رام سیتا ماتا کو کیوں عزیز ہے؟

اس سوال کا معقول اور صحیح جواب یہ ہے کہ سیتا ماتا کی نظر میں رام
پربرہم پرماتما کا آتمک روپ تھے۔ سیتا جی ہر وقت انکو آتمک
درشٹی سے دیکھا کرتی تھیں۔ کیونکہ انکی نظر میں آتما ہی زندگی کا آدرش
معراج حقیقی۔ منزل مقصود۔ اور حصول مدعا تھا۔ اسلئے بھگوت
گیتا میں اس بات پر خاص توجہ اور زور دیا گیا ہے کہ رام اوتار کو
آتمک درشٹی سے مانا اور قبول کیا جائے۔ کیونکہ آتمک درشٹی اور
آتمک بھاو ہی اس کلجگ میں نروان پراپتی کا ذریعہ ہیں۔

ہم اسی تصور کو دوسری مثال دیکر مزید وضاحت سے ثابت
کرنا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ جن مہان وکتیوں نے رام اوتار کے ماننے میں

جو شکوک پیدا ہو گئے تھے کس طرح رفع ہوئے - جب بھرت دواج رشی کو رام کے اوتار دھارن کرنے پر شک پیدا ہوا تو اپنے گورو یاگ والکیہ رشی سے دریافت کیا کہ " رام تو راجہ دشرتھ کے پتر اور سیتا کے پتی ہیں - انکو اوتار یا بھگوان کہنا کہاں تک مناسب ہے ؟ " یاگ والکیہ رشی نے انکو سمجھایا " رام سرو دیاپک - تمام سرشٹی کے رچنے اور پالنے والے ہیں وہ سورج - زمین - آسمان اور ستاروں غرض کہ کائنات میں سمایا کُلّی حیثیت رکھتے ہیں - اسلئے انکو وشنو کا اوتار کہا جاتا - انکی استتی گائی جاتی - اور پرستش کیجاتی ہے " جب بھرت دواج رشی کا شک دور ہوا تو وہ رام کو آتمک درشٹی سے ایشور روپ ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے -

اسی طرح پاربتی جی کو بھی شک پیدا ہو چکا تھا - شیو جی کی مکمل کوششوں کے بعد بھی انکی خاطر خواہ تشفی نہ ہو سکی - خود پاربتی جی اپنی تشفی کے لئے سیتا ماتا کا روپ دھارن کرکے رام سے ملنے گئیں - رام انکو دیکھتے ہی بول اٹھے کہ " آپ تنہا اس جنگل میں شیو جی کے بغیر کیسے " اتنا سنتے ہی پاربتی جی کو بڑی شرمندگی ہوئی - وہ فوراً آنکھ بند کرلیں اور جب کھولیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ہر طرف اور ہر جگہ رام ہی رام نظر آرہے ہیں اس سرو دیاپی انتریامی رام کو سمجھنے کے بعد جب واپس شیو جی کے پاس لوٹیں شیو جی ان تمام واقعات سے واقف ہو چکے تھے - پاربتی جی کو ہمیشہ کیلئے ترک کرکے خود رام کی بھگتی میں مصروف ہو گئے -

یہی کیفیت گروڑ جی کی بھی ہوئی وہ بھی رام کو سمجھنے میں غلط فہمی کے شکار ہو چکے تھے - تو نارد جی کے کہنے پر شیو جی کے پاس آئے شیو جی نے انہیں کاگ بھشنڈی جی سے ملکر اپنے شک کو دور کرنے کی ہدایت دی - تب وہ

کاگ بھشنڈی جی کے پاس پہنچے تو انکا بہت آدر اور ستکار کیا۔ پھر آنیکی وجہ پوچھی تو گروڑ جی اپنے شک کو ظاہر کیا۔ انکے شک کو رفع کرنے کیلئے رام لیلا دیہہ رام چرتر انکو سمجھائے کہ رام کا اوتار سروشکتی مان کلیان کاری روپ ہے۔ اہلیا۔ بالی۔ جٹایو اور راون کے دلولوک سدھارنا اور نجات پانے کے واقعات سنا کر یہ ثابت کردیا کہ رام کا اوتار کلیان کاری ہے۔ جسکو صرف آتمک درشٹی ہی سے پہچانا جاتا ہے۔

جسطرح سیتا ماتا نے رام کو آتمک درشٹی سے سویکار کیا اسی طرح بھرت نے رام کیساتھ سیوک اور سوامی کے رشتہ کو برہمہ اور پربرہمہ کے ساتھ مربوط کیا۔ اس حقیقت اور صداقتی پہلو کو بھرت گیتا کی شکل میں پیش کیا گیا۔

رام اوتار کو گرہستی روپ میں عوامی زندگی کیلئے بے پایاں نعمت متصور کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی عوام رام کا گن گاتے اور پرستش میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں۔ اس حقیقت اور صداقت کا ثبوت یہ ہے کہ اب بھی سارے بھارت میں رام نومی اور ہنومان جینتیاں منائی جاتی ہیں۔

رام کی زندگی کا نمایاں اور درخشاں پہلو انکا بن یاترا ہے۔ رام۔ لکشمن اور سیتا۔ ماتا پتا کی خواہش پر چودہ برس کیلئے فقیرانہ بھیس میں جنگل کی راہ اختیار کی۔ اس اتحاد ثلاثہ کی ویدک تشریح اس طرح کیجا سکتی ہے۔ رام برہمہ روپ۔ لکشمن اہنکار روپ اور سیتا ماتا ست روپ۔ برہمہ۔ اہنکار اور ست کا سنجوگ ہی اگیان روپی راون کو ختم کرنے کیلئے ضروری تھا۔

جب یہ بیس شکتیاں مل چکیں تو تکمیل مقصد کیلئے ان پر لازم تھا کہ اپنے کرم اندریوں اور جسمانی احساسات سے تعلق پیدا کیا جائے ۔ بے تعلقی دنیز مادی تصورات اور رجحانات سے چھٹکارہ ہو ۔ اسکی ایک ہی صورت تھی جمنا ندی میں اشنان کرنا ۔ جمنا ندی کا اشنان ہی پوتر سنسکار مانا گیا ۔ بھرت دواج رشی کی رہنمائی اور والمیک جی سے غور و فکر کی تلقین رام پر ایسے اثر انداز ہوئے جس سبب رام میں مشاہداتی اثرات و تصورات ۔ سماجی خیالات ۔ دلی جذبات ۔ ادراک اور محسوسات کا پاکیزہ اور مخلوط ہو جاگ اٹھا ۔ اسی سے تو ہی مستحکم مخلوط عزم اور عظیم ارادے سے ہی یاترا میں مصروف کار رہے ۔

جب رام کا جنم دیوتاؤں کی خواہش پر راونوں کو مغلوب کرنے کیلئے ہوا تو بھرت کا جنم کوسہ گنا اوصاف کا انمول رتن تسلیم کرنا چاہئے ۔ ایکتا اور سیوا کی نایاب اور افضل ترین شکتی ۔ ۲) اچھوت بھیا ناؤ میں ۔ گرو ۔ ماتاؤں اور رام وسیتا کی تسلی ۔ دلجوئی اور اطاعت گزاری کا انکھنڈ جذبہ لئے سے دنیز اترے رشی کی ہدایت پر بھرت کو سب کی کھوکر ہوئی شان و عظمت کو دوبارہ عروج پر لانا (عدم سے عالم وجود) انمول موتی کی شکل پر نمایاں

مندرجہ بالا صداقتیں اور حقیقتیں ۔ رموز و واقعات ہی **بھرت گیتا** کے نادر اور اچھوتے تصور کو جنم دینے کے موجب قرار پائے

باب چوتھا

بھرت

بھرت کی قدر و منزلت رام کے دل میں :-

"بھرت اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ میں جسم ہوں تو وہ میرے دل ۔ دماغ اور روح ہیں۔ انکو اگر برہما ۔ وشنو اور مہیش کا درجہ حاصل ہو بھی جائے تو وہ اس وقار اور عظمت سے متاثر ہونے والے نہیں۔ بھرت انسانی جامہ میں۔ دھرم ، سشیل ۔ گن ۔ گیان اور بھگتی کے اوتار ہیں۔ انکی بھگتی اور سیوا کی مثال نایاب اور کمیاب ہے"

جس بھرت کی توصیف اور تعریف خود رام کی زبان مبارک سے اس انداز میں ہو تو غور کر لیا مقام ہے کہ بھرت کا سرزمین ہند پر انکا وجود کس قدر بلند ۔ اعلیٰ اور باعظمت و باوقار ہو سکتا ہے ؟ راجدھانی اجودھیا کے شاہی محل میں بھرت کی ہر دلعزیزی اور مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ راجہ دشرتھ ۔ رام اور انکی تمام ماتائیں دل و جان سے قدر کرتے تھے ۔ رعایا بھی انپر فدا تھی ۔ گو بھرت بڑی رانی کیکئی کے پتر تھے مگر ماتا کوشلیا جی کو رام سے بھی زیادہ عزیز و پیارے

تھے - رام - لکشمن - بھرت - شتروگھن اجودھیا نگری میں ایک ساتھ
اٹھے - بیٹھے - کھیلے - کودے - کھائے پیئے - تعلیم و تربیت بھی ایک ساتھ
ہوئی - گویا - ماتا - پتا کا شفقت آمیز خوشی اولاد کیلئے
رحمت ایزدی سے کچھ کم نہیں ہوتا - اسی شفیق اور محبت بھرے
ماحول میں سے نازونعم سے پرورش پانے والے شہزادوں کا ماتا کیکئی
کی نادان اور مظلوم حرکت کے باعث ایک دوسرے سے جدا ہونا ایک سانحہ
عظیم سے کم نہ تھا - کسکو خبر تھی کہ جہاں خوشی - مسرت کی شہنائیاں بج
رہی ہوں وہاں آن واحد میں رنج و غم کا ساز چھڑ جائے - دیکھتے ہی
دیکھتے خوشی اور شادمانیوں کا دور رنج و یاس میں متبدل ہو جائے
جو محل خوشی اور شادمانیوں کا گہوارہ تھا وہ کہرام اور ماتمی شکل اختیار
کر لیگا

جب یہ ملدر - ناگفتہ بہ اور دل سوز صدا بھرت کے کانوں تک پہونچی
تو اس خبر کے سنتے ہی انکے پیر تلے زمین نکل گئی اور ہوش کے طوطے اڑ گئے
رام - لکشمن اور سیتا ماتا کا بیراگی بھیس میں چودہ برس کیلئے بن کو چلے جانا
اور خود اجودھیا کے راجہ بنکر عنان حکومت سنبھالنا - بھرت کیلئے نہ تو
قابل برداشت تھا نہ قابل قبول - کیونکہ بھرت کی نظر میں یہ دنیاوی
عیش و آرام ہیچ اور بے کار و بے اثر تھے - انکی بلند پایہ مخصوص ہستی
کسی اور مقصد کی متلاشی تھی - جسکے حصول میں یہ تمام ظاہری اور نمائشی
حالات محض راہ کی رکاوٹ کے سوا کچھ نہ تھے - انکا یہ نظریہ تھا کہ
خود کو دھرم کرم - حق اور صداقت کی راہ پر گامزن رکھنے ہی سے
ممکن ہے - ست نام - حق نام اور حق سروپ کی پراپتی یقینی ہے -

بھرت کا اوتار ہمکو یہ درس دیتا ہے کہ سچے سیوک اور بھگت کیلئے اس کلجگ میں نجات یا نروان حاصل کرنیکا اگر کوئی راستہ ہے تو وہ صرف بھگتی ہے۔ جسکو خود وہ اپنی ذاتی مثال سے دنیا پر اس حقیقت کو مکمل طور پر ثابت کر چکے۔ جب بھرت گیتا میں بھرت جی کے اس روشن ضمیر اور درس آموز چرتر ہی کو واضح کرنیکی سعی بلیغ سے کام لیکر بھرت گیتا کی بے پایاں اہمیت کو مستحکم مقام دینا چاہتے ہیں

بھرت کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو جو انکی روشن ضمیری کی دلیل ہے ان کا خیال ہے کہ جہاں برہمہ ہے وہاں مایا کا ہونا از بس ضروری اور لازمی ہے جو خدا ہے اس میں قبول بندگی کی شان نمایاں۔ جو ایک ہے وہ انیک ہے جو جز ہے وہی کل ہے۔ یہ ایک فلسفی اور منطقی مسئلہ ہے جسکو دانشور اور عقلمند ہی اچھی طرح سے سمجھتے۔ جانتے اور اس پر عمل بھی کر سکتے ہیں۔ اس لاجک منطقی بحث کی دوسری دلیل یہ پیش کی کہ "ایشور مایا کی شکل میں اوتار ۵
دھارن کرتا ہے" یہ تصوف کا ایک نرالا رمز ہے۔ اس بحث میں عقلا اور دانا اپنے کو نہیں الجھاتے بلکہ اس تصور کو حقیقت اور مصدقہ تسلیم کرتے ہوئے اپنی ریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔

"جو جز ہے وہی کل" کے تصور میں رہتے ہیں۔

یہاں صرف یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ جب جز اور کل ایک ہو گئے تو رام اور بھرت ایک دوسرے سے کسطرح جدا ہو سکتے ہیں۔ یہاں دوئی معدوم ہو چکی اسلئے رام اور بھرت کو ایشور کا اوتار ماننا ایک صداقت اور امر واقعہ کی دلیل ہے۔

بھرت رانی کیکئی کے بیٹے ضرور تھے مگر بچپن سے انکا شری رام کے ساتھ اسقدر استوار اور عمیق رابطہ تھا کہ وہ رام کی جدائی ذرا دیر کیلئے بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ آنکھ کھولتے ہی رام کی نوازشوں اور کرم فرمائی ہونا

کا مرکز بنے ہوئے تھے ۔ رام ہر وقت انکے ساتھ ۔ دیا ۔ چھما ۔ محبت ۔ خلوص اور ہمدردی ہی کو روا رکھتے تھے ۔ رام کی برتری یہ تھی کہ وہ بھرت کو ہمیشہ اور ہر وقت خوش وخرم اور کامران دیکھنے کے دل آرزومند تھے ۔ رام کی بزرگی ۔ رحمت اور برکتوں کا سایہ بھرت پر ہما کی طرح چھایا ہوا تھا ۔

بھرت پر یہ حقیقت واضح ہو چکی تھی کہ ماتا کیکئی کے ظالمانہ اور خاصدانہ طرز عمل کے باعث رام ۔ لکشمن اور سیتا جنگل روانہ ہو چکے ہیں ۔ جسکے نتیجہ میں راج محل ماتمی اور گہری شکل میں تبدیل ہو چکا ہے محل ہی کیا ساری اجودھیا پوری غم و یاس میں ڈوبی ہوئی ۔ اداس گھڑیاں نیمی ساعد بے رونق منظر پیش کر رہی تھی ۔ سب سے زیادہ المناک واقعہ راجہ دشرتھ کی موت کی شکل میں رونما تھا ۔ یہ تمام واقعات بھرت کی عدم موجودگی میں وقوع پذیر ہوئے ۔ اجودھیا میں اسوقت نہ رام ہی اور نہ راجہ دشرتھ ۔

بھرت اور شتروگھن گورو وششٹھ جی کی طلبی پر جب اجودھیا نگری کو واپس لوٹے ۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر طرف مایوسی ۔ اداسی ۔ ہر چہرہ کرب و ملال کا مجسمہ بنا ہوا ہے ۔ کسی کو کسی کے آنے جانے کی تک خبر نہ تھی ۔ شکر رانی کیکئی کا محل کچھ اور ہی نقشہ پیش کر رہا تھا ۔ جب بھرت اپنی ماتا کیکئی کے محل میں داخل ہوگئے تو سکون قلب جاتا رہا ہوش و حواس کھو بیٹھے ۔ تھوڑی سی مہلت میں دل اضطرابی اور بے چینی کروٹ بدلی ۔ اس پر قابو پاکر ۔ دلیری ۔ جوانمردی سے کام لیتے ہوئے سرتھد اور حالات سے مجبور ہو کر رنج بھری کلی کا یہ درخشاں و منور ستارہ خاندان کی عزت آبرو کا پاسبان اپنی ماتا کیکئی سے یوں مخاطب ہوا :-

"ماتا یہ کتنا اچھا ہوتا کہ آپ مجھ کو دودھ
کے بجائے پیدا ہوتے ہی زہر کا گھونٹ پلا دیتیں
تو آج میں زندہ رہتا اور نہ یہ دن دیکھنا نصیب
ہوتا۔ کلنک کا ٹیکہ جو میرے ماتھے لگ چکا۔ اور
آپ مجھے ہمیشہ کیلئے یتیم کر دیتیں۔ رام لکشمن
جیسے بھائیوں سے جدا ہی نہیں بلکہ بدنصیب
بدبخت۔ نکما اور دشمن بھی بنا دیا۔ اس سے زیادہ
میری اور کیا بے حیائی ہوگی۔ آج دنیا کی تمام رعایا
مجھے رام کا دشمن سمجھ رہی ہے۔ یہ ذلت۔ حقارت
اور نفرت مجھے گوارہ و برداشت نہیں۔ رام میرے
بھائی نہیں ان کا رتبہ میرے دل میں ماتا۔ پتا۔ اور گرو
سے بھی بلند تر اور باوقار ہے۔ میں رام کو بن سے واپس
لوٹا لاؤں تو ابھی ہی میری نیک نامی۔ اپنی بھلائی
اور آج دنیا ہو اس کا کلیان ہے۔"

بھرت کا یہ پریم اور محبت آمیز جذبہ خلوص اور حقائق پرستی کا صحیح اور مکمل ترجمان تھا کبھی آتا اور سیدھا آگیا یہ بے پایاں سمندر پوری طمانیت کے ساتھ تو ابل اٹھا۔ اس لاجواب عظیم المرتبت جذبہ کو "بھرت گیتا" کی تخلیق کا بے بہا تحفہ جو مایوس اور منتشر زندگیوں کی عقدہ کشائی کا آسان اور مفید حل کی شکل میں پیش کر رہے ہیں

کیکئی کے محل سے نکل کر اضطرابی اور بے چینی کا حامل سعادتمند اور بلند حوصلہ فرزند جب ماتا کوشلیا کے قدموں میں پہونچا تو کوشلیا جی ایک تصویر حیرت بنی ہوئی گوشہ تنہائی میں افسردہ اور پژمردہ حالت میں اپنے کھوئے ہوئے سہاگ کے سوگ میں اور رام لکشمن وسیتا کی

جدائی کے صدمے میں بے حس وحرکت بیٹھی ہوتی تھیں۔ بھرت اپنی مغموم اور ستم زدہ ماں کے چرنوں سے لپٹ کر خود بھی انکے شریک غم ہوگئے۔ ماتا نے انکو چھاتی سے لپٹا کر درد بھرے لہجہ میں بڑی تسلی۔ دلجوئی کرتے ہوئے صبر وشکیبائی کی تلقین فرمائی:۔

(۱)

بھرت تم مجھکو رام سے زیادہ عزیز اور پیارے
ہو۔ تم میں اور رام میں کوئی فرق نہیں۔ تمکو سورج
بنسی کل کے چشم وچراغ ہونیکا شرف حاصل ہے
جس کل میں تمہارا جنم ہوا وہ مہا اتم اور پوتر
ہے۔ تم اس حقیقت سے واقف نہیں۔ سابقہ میں
اس کل کے راجاؤں کو بھی ایسا کشٹ آچکا تھا
یہ کرم گتی ہے جو ٹالے نہیں ٹلتی اور مہابلی بھی
ہوتی ہے۔ اس کرم گتی سے انسان تو کیا
رشی۔ منی اور دیوتا بھی نہ بچ سکے۔ اسلئے تم صبر
وشانتی سے کام لیکر اس کل کی شان وشوکت
کے ڈنکا کو شہرت میں کوئی کمی آنے نہ دیجئے

ماتا کوشلیا کی صبر آزما تلقین اور مفید ہدایات بھرت کیلئے بہت حوصلہ افزا ثابت ہوئے۔ بھرت کو اپنی ماتا نے صدق دی۔ خلوص اور محبت بھرے جذبات پیش کرنیکا ایک اور موقع حاصل ہوا۔ بھرت وقت اور حالات سے فائدہ اٹھا کر کیکئی کے مسموم اور ناپاک عمل سے اپنے ضمیر اور دامن کو بے لوث بتاتے ہوئے یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اس عمل سے انکا کوئی دور کا تعلق نہیں ہے۔ بھرت کو اس اظہار

کی ضرورت باقی نہیں تھی کیونکہ ماتا کوشلیا ان حقائق سے بخوبی واقف تھیں۔ انہیں اس امر کا بھی یقین کامل تھا بھرت رام کے پیارے اور سچے سیوک ہیں۔ انکے خلاف کسی قسم کی سازش بے معنی اور خارج از بحث سمجھی جاتی۔ ماتا کوشلیا جی کے بھرت کے تعلق سے یہ جذبات اور خیالات انکے مشفق مادری ہونے کے ترجمان تھے جو عظیم مرتبت۔ اعلیٰ منزلت اور بڑی حسن و خوبی کے حامل مانے جاتے ہیں جنکی بہت کم مثال اس دنیا میں ملتی ہے۔ اسکی خاص وجہ یہ تھی کہ انکی نظر میں رام اور لکشمن سے کہیں زیادہ بھرت اور شتروگھن کی عزت اور قدر تھی۔ بھرت کا پریم بھی ماتا کوشلیا کے ساتھ اسی حد و قدر کا تھا۔ جسکا اظہار استطاعت قلم سے بالاتر ہے۔ سعادتمند اور اطاعت گزار فرزند کے پریم سے معمور جذبات و ناقابل برداشت حالات کے صدمات سے بے قابو ہو کر زار و قطار آنسوؤں کی شکل میں امنڈ اٹھے ماتا کوشلیا اس منظر کی تاب نہ لاکر اپنے آنچل سے بھرت کے آنسو خشک کرتے ہوئے نزاکت وقت کا ساتھ دینے کی ہدایت فرمائی۔

"بھرت گیتا" وار دو بھرت کی ذات کو خاص۔ مظلوم اور ناکردہ کردار سے بے لاگ۔ باعث قرار دینےکا اعلیٰ ترین ذریعہ قرار دیا جاتا ہے جو بھرت کی قدر اور منزلت کے اجاگر کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیگی جب بھرت کی رسائی ماتا کوشلیا سے ملنے نہایت کچھ کم ہو چکی تو وہاں آزردہ رو کر قدموں میں رواں ہوئے۔ گورو وششٹھ جی بھی دو قوع پذیر واقعات پر بھرت افروز روشنی ڈالتے ہوئے تسکین اور اطمینان کی تلقین کے ساتھ موقعے اور محل کی نزاکت

۔ کو پیش نظر رکھتے ہوئے راجہ دشرتھ کا داہ سنسکار راج نیتی سے انجام دینے کی ہدایت فرمائی ۔ جب بھرت اس فرض منصبی سے فارغ ہو چکے تو گورو وششٹ جی نے فوراً راج دربار طلب فرمایا اور یوں مخاطب ہوئے :۔۔۔

،،

رانی کیکئی کی نادانی اور سرزدہ لغزش و
راجہ دشرتھ کی بے بسی رام۔ لکشمن اور سیتا کو تعمیل
حکم میں بن روانہ کر چکی اور راجہ دشرتھ کو موت
لوٹ ۔ تو اب بھرت پر یہ لازمی ہو جاتا ہے کہ گُرگ
باشی پتا کے حکم کی بجا آوری میں راج دھانی اجودھیا
کا عنانِ حکومت سنبھالیں تاکہ مرحوم کی روح
کو چین و شانتی نصیب ہو ،،

اس کے بعد بھرت بڑی تعظیم اور ادب سے اپنی جگہ پر استادہ ہو کر گورو جی سے اظہار خیال کی اجازت چاہی اور سبھا کو مخاطب کیا :۔۔

(۵)

گورو کی نصیحت ۔ ماتا کا حکم ۔ اور میرے بزرگوں کا مشورہ
خیرخواہوں کی صلاح میرے لئے قابل تعظیم ضرور مگر قابل
تعمیل نہیں ۔ حالات وقت اور واقعات موجودہ
کی روشنی میں محترم اور معظم ہستیوں نے جس نتیجہ پر پہنچا
مقتضائے وقت کے پیش نظر اہمیت ۔ قدر ۔ اور توجہ

کے محتاج ضرور۔ مگر اس قوم کی اصلاح کا فرض
مجھ جیسے ابھاگی اور پاپی پر عاید کرنا کس حد
مناسب اور واجب۔ غور و فکر کا طالب ہے
کوئی اس حقیقت سے منکر نہیں ہو سکتا کہ یہ
تمام تباہی اور بربادی کا موجب میری ذات
واحد کو قرار دیا جا چکا۔ میرے ہی وجہ پتا
سورگ دھام کو سدھارے۔ رام لکشمن اور
سیتا بیراگی بھیس میں بن کی صعوبتوں کا سامنا
کرنے چودہ برس کیلئے جنگل کو جا چکے ایسے نازک
وقت پر مجھے بھی اپنے جذبات اور احساسات
اور فرائض کے اظہار کی آزادی ملنی چاہئے

" اس میں شک نہیں کہ مجھ جیسا خوش
نصیب اور کون ہو سکتا ہے۔ جسکو اجودھیا
نگری کا راج حاصل ہو رہا ہے۔ مگر آپ میں
سے کوئی بھی اس صداقت سے انکار نہیں کر سکتا
کہ میں رانی کیکئی کا بیٹا ہوں۔ جس نے یہ سارا
کھیل اور تماشہ رچا رکھا ہے کیا آپ لوگ
اسکی ضمانت دے سکتے ہیں کہ جو سیاہ داغ
میرے ماتھے پر لگا ہے وہ پُرنور ستارے کی شکل
میں تبدیل ہو جائے گا؟ قابل تعظیم بزرگو میری
بھلائی، صداقت اور سعادتمندی اسی میں مضمر

ہے کہ میں اپنے پریمی دیوتا بھائی رام کو بن سے
واپس لوٹا لاؤں تو چین پاؤں۔ مجھے ایک لمحہ بھی رام
کی جدائی برداشت اور پسند نہیں۔ اگر میں میرے رام کو واپس
لانے میں ناکام رہوں تو تمام عمر خود اکیلا جنگل میں رہ کر
رام اور سیتا ماتا کی بھگتی و سیوا میں گزار دوں گا۔ یہ میری دلی
تمنا اور سچی آرزو ہے۔ مجھے یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں
کہ رام جنگل میں رہیں اور میں راج سنگھاسن پر براجمان
رہوں۔

"پرجا نے بڑی غلطی کی کہ مجھ کو راجہ دشرتھ کا
بیٹا اور رام کا چھوٹا بھائی ہونے کا رتبہ دیا تھا۔ جس کی
وجہ آج مجھے یہ دن نصیب ہوا۔ اگر میرا پریم رام
کے ساتھ سچا اور اٹل ہے تو یہ بہتر ہوگا کہ میرے پران
اسی وقت تن سے جدا ہو جائیں مجھے رام بہت عزیز
اور پیارے ہیں۔ محترم۔ مکرم اور معظم سبھا والو
میری آپ سے دلی پرارتھنا ہے کہ مجھے رام سے
ملنے کی اجازت دو"

بھرت کی یہ ولولہ انگیز سیوا اور بھگتی سے پُر تقریر کا اثر پوری
سبھا اور دربار کو عالم سکتہ میں ڈال دیا۔ ہر طرف سے صدائے تحسین
بلند اور گونج اٹھی۔ ہر شخص بھرت کی تعریف اور روحانی کیفیت کی ستائش
کرنے لگا۔ بھرت گیتا "کا یہ منظر کس قدر درد انگیز۔ درس آموز اور
دور رس نتائج کا حامل اس کا تصفیہ آپ پر چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ بھرت

ان خصائل کے بھرت میں اپنی ذات کو پیش اور اجاگر کیا ہے "بھرت گیتا" کے روپ میں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کی گئی ہے۔ جس سے صرف بھرت کے منقبت اور سچے کردار کی وضاحت مقصود ہے جس تقریر میں بھرت کی بھگتی، سیوا، صداقت، ایثار نفسی، برادری محبت جیسے عناصر لطیف خاص کار فرما ہیں۔ اس کا سکہ گرو وشسٹ جی پر ایسا اثر کر گیا کہ وہ بھرت کی بھگتی اور سیوا کے دل و جان سے قائل ہو چکے۔ تمام ایودھیا والے کیا غریب و امیر سب بھرت کی بھگتی کا لوہا مان گئے۔

بھرت کی یہ پریم بھری بھگتی۔ یگانگت اور خلوص میں ڈوبی ہوئی جو رقت۔ حلاوت۔ شیرینی۔ ملاحت۔ سچائی اور گیان کا مظہر تھی۔ بھرت کو بھگتی اور ویراگ کے روپ مظہر ہیں۔ علمی۔ اور کاروباری دنیا کا دیوتا سمجھا جاتا ہے وہ ایثار نفسی اور روحانیت کا اوتار ہیں۔ ابدی و دائمی آنند کا ذریعہ۔ گیان کا بھنڈار۔ سکھ اور شانتی کا اکھنڈ روپ اور ساتھ ہی نجات و حیات کے فلسفے کی عقدہ کشائی کا گنجینہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس حقیقت کو ہم "بھرت گیتا" کے روپ میں ڈھال چکے ہیں۔

بھرت جی ویراگ اور بھگتی کا چولا دھارن کر کے سنسار ساگر سے پار ہونے کے لیے دھرم و کرم کی کشتی میں چودہ برس گزر کر کے متلاشیان حق اور طالبان نروان و نجات کو پیغام عشق پر مشتمل "بھرت گیتا" پیش کیا۔

پانچواں باب

چترکوٹ کی یاترا

بھرت کی بھائی سے محبت - بھگتی اور سیوا کا اثر "بھرت گیتا" کا رنگ تمام اجودھیا نگری پر - درباریوں پر ایسا چھایا گیا کہ دوسرے دن ہی بھرت کے ہمراہ - گورو - ماتائیں - وزیر اور امرا جنگل روانہ ہوئے شاہی ساز و سامان سے سجا ہوا یہ جلوس ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کسی خاص مہم کے سر کرنے کے لئے بڑے اشتیاق سے رواں دواں ہے - مگر شریک ہمراہ ساز و سامان، جاہ و حشمت بھرت جیسے تیاگی کی نظروں میں ہیچ تھا - کیونکہ وہ رام کی بھگتی میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ یہ تمام شان و شوکت بے معنی اور بے سود تھی - وہ اپنی سادگی و [illegible] اور وفا شعاری اسی میں محسوس کر رہے تھے کہ فقر کی تمام صعوبتوں کا مقابلہ پیادہ پا سفر کرنے میں مضمر ہے - آپ کے اس عمل اور سوبھاؤ سے گورو وششٹ جی دنگ اور حیران رہ گئے - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام یاتری حتیٰ کہ ماتا کوشلیا جی بھی پیدل چلنے پر مجبور ہو گئیں - اس عظیم ترین مادری شفقت سے بھرت مجبور ہو کر رتھ پر سوار ہو گئے

بھگتی - پریم اور ایثار کا یہ جلوس بڑی آب و تاب سے بڑھتا ہوا بن کی راہ اختیار کیا - کرشمہ ایزدی کی طرح جلوہ گر ہوا - کائنات کی تمام شگفتگیاں رحمت اور کرم کے بادل برسانے لگیں

معروف بلا رچھ جیسی مخلوقات تھے ہیں۔ ہوا جنگل سے کانٹے برائے صاف کرنے میں اپنی خدمات اور سیوا و بھگتی کا ثبوت دینے میں مصروف ہوگئیں گویا قدرت کی تمام طاقتیں اور قوتیں سر تسلیم خم کر کے خدمتگزاری اور تابعداری کا ثبوت دے رہی تھیں۔ یہ تمام امور اس بات کی کھلی تصدیق ہے کہ بھگتی۔ سیوا کی یہ لاثانی مثال سوائے بھرت کے کوئی اور نہیں پیش کر سکتا۔ ہمکو بھی ایسے سیوک کی خدمت میں سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ کیونکہ بھرت انسانی جامہ میں دھرم۔ گیان اور بھگتی کے اوتار مانے جاتے ہیں۔

یہ ممتاز۔ بھگتی اور سیوا سے معمور جلوس جب تمسا ندی کے کنارے پہونچا تو راجہ گوہ (نشاد) کے جاسوس اس طوفانی۔ سیلابی جلوس کے آمد کی اطلاع راجہ نشاد کو دی۔ رام کی بھگتی میں محو راجہ نشاد تیر و ترکش سے آراستہ تنہا مقابلہ کرنے پہونچا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ بھگتی۔ صداقت اور پریم کا دیوتا بھرت اپنے پورے خاندان کے ساتھ رام سے ملنے کے لئے بے چین و بیقرار ہے۔ اس سے متاثر ہو کر نشاد میں بھی بھگتی و سیوا کا رنگ چھا گیا۔ بھرت اور انکے تمام ساتھیوں کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس مہمان نوازی کا اثر بہت۔ گورو اور ماتاؤں پر ایسا ہوا کہ نشاد کو رام کا سچا سیوک اور بھگت کہنے پر مجبور ہو گئے۔

اگلے سفر کیلئے نشاد راجہ کی ہمراہی ضروری خیال کرتے ہوئے اسکو بھی ساتھ لیکر روانہ ہوئے۔ نشاد اگوا بنا دی اور رہبر بنکر ان تمام مقامات کی نشاندہی کر رہا تھا جہاں جہاں رام چندر ٹھہرے

پہونچنے سے پہلے بسرام کر گئے تھے۔ بھرت ہر مقام کو بڑی عظمت سے
پرنام کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ جگہ جگہ پر
قدرت کا حسن انتظام ایسا تھا کہ فراہمی آرام و آسائش
میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں۔

اس موقع پر جو چیز قابل ذکر ہے وہ دیولوک کی حیرانی
و پریشانی ہے۔ تمام دیوتاؤں کو یہ تشویش لاحق ہو گئی کہ بھرت کی
بے پناہ اور بے پایاں بھگتی اگر رام پر اثر کر گئی تو دیولوک
کی کری کرائی سازش پر پانی پھر جائے گا۔ اگر رام بن باس سے
واپس لوٹ جائیں تو کیا ہو گا؟ بھرت کی بے لوث بھگتی دیولوک
میں ایک ہلچل مچا دی۔ اندر صلاح و مشورہ کرنے پر مجبور ہو گیا
کہ کس طرح بھرت کے منصوبے میں خلل پیدا کیا جائے؟ تاکہ وہ اجودھیا
واپس لوٹ جائیں۔ متفقہ فیصلہ یہ قرار پایا کہ گرو برہسپتی جی سے
ہدایت حاصل کیا جائے۔

"چونکہ بھرت بھگوان کے شردھالو ہیں، ایسے
موقع پر ان کا اپمان مناسب نہیں۔ وقت اور محل
کی نزاکت کے لحاظ سے اپنے تدبیری طریقہ کار
اختیار کرنا مناسب، سود مند اور مفید ہو گا۔ اس
وقت کسی قسم کا عمل اور خلل بے سود اور بے معنی ہے"

گرو برہسپتی جی کے اس اطمینان پر پورے اندر لوک میں شانتی
پیدا ہو گئی۔ دیولوک کے اس واقعے سے بھرت کے مقام و قدر اور

منزلت کا علیحدہ ثبوت ملتا ہے۔ انکو پرماں۔ اُتومان۔ شبھ۔ اور
شانتی سنکار پر برہم آنند سروپ کا درجہ حاصل ہے۔ وہ رام کے سچے
بھگت اور سیوک ہیں۔ اسی صداقتی پہلو کو "بھرت گیتا" کی شکل میں
بھگت اور بھگونت سے امتیاز کی شعور کو عدم میت میں ظاہر کیا گیا

ابھی چترکوٹ کی مسافت باقی ہی تھی جیسے جیسے قریب تر ہوتے
جا رہے تھے ویسے ہی بھرت کی بے چینی اور بیقراری رام سے ملنے کیلئے بڑھتی
جا رہی تھی۔ بھگتی اور پریم کا دریا آنند آنند کر کے لہریں مار رہا تھا کہ کب
رام کے چرنوں کا دیدار ہوگا۔ اُدھر چترکوٹ میں متضاد کیفیات
اپنے خاص رنگ و روپ میں کارفرما تھیں۔ ایک طرف خوشگوار منظر
اپنی مخصوص نوعیت سے رام کو اپنے چھوٹے بھائی بھرت کی عقیدتمندی و
غیر متزلزل بھگتی کا خواب سیتا جی سنا رہی تھیں اسی لمحہ یہ خبر ہوئی
کہ بھرت بڑی تزک احتشام سے چترکوٹ پہونچ چکے ہیں یہ سنتے ہی
لکشمن کا جوش و جذبہ بھڑک اٹھا تیر و کمان سنبھالکر ایسے چونکے
کہ کسی نے نیند سے شیر کو بیدار کر دیا۔ پوشیدہ انتقامی جذبہ بے نقاب
ہو چکا :-

"اگر میں رام کا سچا جانثار رہوں تو آج بھرت اور
شترگھن کو یہ دیکھا دونگا کہ چھل اور کپٹ کا کیا پھل
ملتا ہے"

لکشمن کی اس جذباتی کیفیت کو دیکھکر رام اسطرح مخاطب ہوئے :-

"بھائی لکشمن تمہارا کہنا سچ ہے کیونکہ جسپر راج

تاج - دولت - اور حشمت کا نشہ چڑھ جاتا ہے
وہ ماضی - حال - مستقبل کا کوئی خیال نہیں رکھتا
مگر بھرت کے تعلق سے اس انداز میں بھی فکر کرنا
نادانی ہے - کیونکہ اگر بھرت کو برہمہ - وشنو
و مہیش کا درجہ بھی حاصل ہو جائے تو وہ
اس سے متاثر ہونے والے نہیں - بھرت بہت
اونچے آدرش کے حامل ہیں - انکو بھگتی اور
دھرم کا اوتار مانا جاتا ہے - وہ تمام برتیوں کا
بوجھ خود سنبھالے ہوئے ہیں - انکی نسبت اس
قسم کا شک و شبہہ ایک خام خیالی ہے"

ابھی یہ سلسلہ کلام ختم ہونے بھی نہ پایا تھا کہ بھرت پریم اور آنند
میں کافی دوری سے رام کے چرنوں میں پرنام کرتے ہوئے زمین پر پڑ گئے
اس منظر کا مشاہدہ خود لکشمن نے کیا - سابقہ جوش و جذبہ ایک دم
فرو ہو گیا اور رام سے کہا کہ :-

" پربھو بھرت اور شتروگھن اپکو پرنام کر رہے ہیں"

لکشمن کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ رام کے کانوں تک پہونچتے ہی
رام فوراً بھرت کو زمین سے اٹھا کر بغلگیر ہوئے - اب کیا تھا پریم اور
بھگتی کے دونوں سمندر ایک دوسرے میں ضم ہو چکے - جس سے محبت اور
شانتی کی ندیاں جاری ہو چکیں - تمام اجودھیا واسیوں کو سیراب
کر دیا - یہ سماں صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا - طاقت بیان سے باہر ہے
لکشمن کو بھی بھرت کی بھگتی متاثر کئے بغیر نہ رہ سکی - رام جن حقایق

کا اظہار کئے تھے ۔ الفاظ بھی شاید وہ لکشمن کے جذبات کو ختم کرنے
کیلئے کافی تھا ۔ بھرت اور رام کے ملن کا یہ منظر بھگت اور بھگونت
کے رشتہ کو واضح کرتا ہے ۔ لکشمن کے دل پر پریمی اور پریتم کا ملاپ
بہت اثر کر گیا ۔

اس وقت چترکوٹ کا یہ منظر اجودھیا راج دھانی کے روپ
میں منتقل ایک خاص شکل اختیار کر چکا تھا ۔ ہر طرف پریم اور شانتی
کا دور دورہ تھا ۔ سب لوگ اپنے وطن کی یاد بھلا چکے تھے اتنے مسرور
و شادان تھے اپنی ہر چیز کو دل و دماغ سے نکال چکے تھے صرف چترکوٹ
ہی کو سب کچھ سمجھنے پر مجبور ہو چکے تھے ۔ اسطرح کچھ دن گزرے تھے کہ
گورو وشیشٹ جی نے عام سبھا طلب کی ۔ تاکہ بھرت کے چترکوٹ
آنے کا مقصد واضح ہو اور ساتھ ہی رام کا راج تلک کا سبب بھی سب سے پہلے
بھرت گورو کی اجازت سے اپنے خیالات اور جذبات کی ترجمانی
اسطرح سے شروع کی :—

[۵۱] "گورو کی رائے سے مجھے مکمل اتفاق ہے ۔ رام اور
لکشمن و سیتا ماتا اجودھیا کا راج کریں میں اور بھائی
شتروگھن تمام عمر بن میں اپنی زندگی بسر کریں ۔ اس
بہتر ہمارے لیے کلیان کی کوئی دوسری صورت نہیں
جس میں ٹھاکر رام کی سیوا کا پورا پورا موقع حاصل
ہوگا ۔ رام نے دیا اور پوچھا کہ اتنا رہیں ۔ انکی شفقت
بزرگی اور سرپرستی ہمیشہ میرے لئے سکون اور اطمینان
و مسرت کا باعث رہی ۔ لیکن حالات ناگہانی

" کے وقوع پذیر ہونے کے باعث میں بدنصیبی کا شکار
ہو چکا۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ رام جنگل میں
رہیں اور میں اجودھیا کی راجدھانی میں عیش
و آرام سے راج کروں۔ جو میرے لئے ناممکن ہی نہیں
بلکہ ناقابل برداشت بھی۔ بھائی کی جدائی میں
میں بے یار و مددگار بنکر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کا
حل صرف ایک ہی ہے کہ رام تمام عمر اجودھیا میں
سے بسر کریں اور میں جنگل میں "

بھرت کے ان جذبات کا اثر گرو وسشٹھ جی پر بھی ہوا اور
سبھا کا سلسلہ ختم کر دیا۔ رام بھی بھرت کے ان اظہار حقائق سے متاثر
ہوئے بغیر نہ رہ سکے پریم میں ڈوبے ہوئے رام سبھا کو اس طرح مخاطب
فرمایا:۔

" بھرت کی اعلیٰ اور افضل ترین شخصیت کا اثر
مجھ پر اتنا غالب آ چکا کہ میں بھرت کے ہر حکم کی تعمیل
و تکمیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا۔ بھرت اس
وقت جو بھی کہیں میں اسکو قبول اور منظور کرتا ہوں
مگر بھرت سے زیادہ میرے لئے گرو کا حکم سر آنکھوں
پر اور قابل تعظیم۔ میں بھرت کے سوبھاؤ اور
انکے نیک وچاروں سے بخوبی واقف ہوں بھرت
جو بھی رائے و مشورہ دیں میرے لئے قابل قبول ہیں "

بھگتی اور سیوا کا یہ نادر نظارہ رام اور گرو کو اپنے بس میں کر چکا

"مگر بھرت گیتا" نما یہ پریم رس عقیدت مندوں کیلئے آب حیات سے کچھ کم نہیں ۔ رام کی شیریں بیانی بھرت کیلئے روح افزا کا اثر کر گئی ۔ جس سے متاثر ہو کر بھرت اپنے جذبات اور احساسات کو حقائق کی روشنی میں یوں پیش کیا :۔

"میں رام کا چھوٹا بھائی ہوں یہی وجہ میرا بچپن انکے
سائے عاطفت میں گزرا اور پروان چڑھا۔ انکی نوازشات
اور کرم فرمائیاں کسی وقت بھی مجھے مایوس اور نا امید
نہ ہونے دیتی ۔ انکو ہر وقت میری خوشنودی،
بہبودی اور خوشحالی منظور تھی ۔ لیکن مقدر نے
میری قسمت کھوٹی بنا دی ۔ ماتا کیکئی کی نادان
حرکت مجھکو ان تمام نعمتوں سے محروم کر دی
اس بدنصیبی اور بدبختی کا واحد حل یہ ہے کہ
میں اپنی تمام زندگی رام کی سیوا میں گزار دوں"

تو کیا نندن رام اپنے سچے بھگت اور سیوک کی دلجوئی پر مجبور ہو گئے :۔

"بھرت تمکو دکھی نہیں ہونا چاہئے۔ میں تمکو
دھرماتما۔ تپسوی ہی نہیں بلکہ سنت آتما سمجھتا
ہوں۔ تمہاری شخصیت بہت بلند پایا اور پاکیزہ
ہے۔ جس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اگر
کوئی تمہاری نندا کرتا ہے تو اُس کا لوک اور پرلوک

دونوں نشٹ ہو جائینگے - یہ پرتھوی تمہارے
ہی سہارے قایم و دایم ہے میں تمہارے من
کی بھاوناوں سے بخوبی واقف ہوں - لیکن کرم
گتی ہے کہ پیتا کا دکھ اور جدائی کا صدمہ پہونچایا مجھے
گورو کا حکم ہے کہ میں تمہاری دیکھ بھال کروں میں بھی
آسکو اپنے کلیان کا موجب سمجھتا ہوں - اسی
میں میری بہبودی اور خوش نصیبی مضمر ہے "

آخر میں ہے "بھگوت گیتا" اور بھگوت پران جس نے یہ ثابت کر دیا کہ بھگتی کا حکم بھگوان پر فوقیت اور افضلیت رکھتا ہے اسکے باوجود ہم بھگتی اور سیوا کے اس بے بہا نعمت کے سمجھنے سے قاصر ہیں - زندگی کے دکھ - رنج اور مصیبت میں نمدان رہکر کلیان کاری بھگوت کی بھگتی اور نجات کے اس انمول رتن کو سمجھنے سے مجبور ہیں بھگوت کا وجود اور بھگتی دور ماضی سے آجتک بھی اتنی ہی سودمند اور لابھ دایک ہے جتنی کہ اس زمانے میں تھی - ہم دل وجان سے بھگتی میں مصروف رہیں تو ہر مشکل آسان ہو سکتی اور نجات بھی حاصل کر سکتے ہیں - "بھگوت گیتا" کا کہنا بھی یہی ہے کہ اس مانس جنم میں سکھ اور شانتی کے پراپتی کا ایک ہی حل بھگوت گیتا ہے

"بھگوت گیتا" کا یہ پروچن جب اندر لوک میں بھی تہلکا اور ہلچل مچا سکتا ہے - تو ہم کس شمار میں - بھگوت کی بھگتی اور سیوا اگر ہم کی رجوع کیا واپس لوٹانے میں کارگر ہو گئی تو دیو لوک کا سکھ اور چین

بھی خطرے میں پڑ جائیگا۔ اس گتھی کو سلجھانے کیلئے دیولوک کے
تمام دیوتا اپنے گورو برھسپتی جی سے ہدایت کے طالب ہوئے
تاکہ رام کا اجودھیا واپس ہونیکا خدشہ ٹل جائے اور رام کے
نرشریر دھارن کرنیکا مقصد بھی پورا ہو سکے۔ تب برھسپتی جی
نے انکو مشورہ دیا کہ :-

"یہی مناسب وقت ہے کہ تمام دیوتا اکٹھا ہوکر
رام کا من میں دھیان کرتے ہوئے بھرت کی
بھکتی کی سہارا نا کریں تو تمہاری منو کامنا خود
بخود پوری ہو جائیگی"

گورو برھسپتی کی ہدایت بموجب تمام دیوتا بھکتی سہارا ہو لئے
تو حیرانی و پریشانی۔ سکون اور اطمینان میں تبدیل ہو گئی۔ یہاں
اس حقیقت کو واضح کرنا تھا۔ جو بھی رام اور رام کے سیوک کی
سیوکائی کریگا کیا دیوتا ورترا دنیا منش تمام مسرور۔ شادماں
اور کامران رہینگے۔ کیونکہ سوامی اور سیوک میں کوئی امتیاز
نہیں رہا۔ حقیقی راز یہ ہے کہ سوامی کی خوشنودی کیلئے سیوک
کا سہارا از بس ضروری اور لازمی
چترکوٹ کا یہ منظر رام اور بھرت کے ملاپ میں برہم روپ
اور بدھ روپ کے سنگھٹن کا منظر تھا۔ کیونکہ رام اپنے من کے
تمام ورتیوں کو برہم روپ دستھا میں اکٹھا کرکے روحانیت

کی بلند ترین منزل پر پہونچ چکے تھے۔ جب بھرت اپنی بدھو روپی ورملوں سے رام کو سمجھا کر مادہ پرستی اور دنیاوی زندگی میں دوبارہ واپس لوٹانا چاہتے تھے۔ مگر رام پر اسکا کوئی اثر غالب نہیں ہوا۔ بھرت کی سعی ناکام رہی۔ دنیز رام کا اجودھیا واپس ہونیکا سوال ہی باقی نہیں رہا۔ بدیں شرط کہ جب تک رام راون کو مغلوب نہ کریں۔ بن یاترا سے واپس ہونا قرین قیاس نہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رام بن میں اور بھرت چودہ برس اجودھیا میں گزاریں۔

تکمیل مدعا میں رام راون کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تو بھرت رام کی بھگتی میں چودہ برس کیلئے اجودھیا میں معروف و بلکار رہنے پر مجبور ہو چکے

"بھرت گیتا" کا آدرش کسقدر بلند اور اعلیٰ ترین ہے۔ جسکو دنیا بھی تسلیم کر چکی۔ اور اسکی افادیت کا لوہا بھی مان چکی۔ اسکی افادیت کو اور اجاگر کرنا چاہتے ہیں کہ جسطرح بھگوان کرشن نے "بھگوت گیتا" میں کرکشیتر کے میدان کارزار میں کوروں پر فتح پانے اور غالب آنیکا غیرت افروز درس دیا اسی طرح "بھرت گیتا" میں بھرت اپنی بھگتی و سیوا کے اثر سے رام۔ گورو۔ اور ماتاؤں پر محبت۔ ایثار۔ خدمت گزاری کا سکہ جما دیا۔ ایک جانب رام کو اپنے کل کی مریادا اور ماں باپ کے حکم کی تعمیل میں ثابت قدم رکھکر راون پر غالب آنیکا موقعہ ہموار کیا تو دوسری طرف بھگت اور بھگونت کے بے پایاں پریم کی گنگا بہاکر نروان پراپتی کی راہیں ہموار کرنیکا موجب سمجھا گیا۔ اس تصنیف کا اصل مقصد یہ تھا کہ بھرت کے فلسفہ حیات و نجات کو موثر اور صاف انداز

چھٹا باب

راون

لنکا کے راجہ راون کو "بھرت گیتا" کے عالم وجود میں لانیکا واحد موجب قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اسکو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ہی رام نرشریر دھارن کئے۔ جب رام اپنے مقصد کی تکمیل میں بن یاترا کا آغاز کیا تو موقع سے فایدہ اٹھا کر راون سیتا کا ہرن کیا اسکی یہ نادان حرکت لنکا نگری اور خود کی تباہی و بربادی کا باعث ہو گیا۔

سیتا ہرن کی اہمیت ایک فلسفی کی نظر میں سوائے اسکے کچھ نہیں کہ سیتا جو ضبط و قید کی شکتی مانی جاتی ہے اسکو حاصل کرنا ایسا ہی ہے کہ جان بوجھ کر خود کو قید و ضبط میں جکڑ لینا چنانچہ راون کا بھی حشر ہوا۔ وہ اپنی تمام یوگی شکتی اور تپسوی شکتیوں سے عاری ہو چکا ایسی حالت میں راون کا فنا ہونا بہت آسان اور سہل ہو چکا کیونکہ اسکی نیک۔ پاکیزہ۔ پارسا اور مقدس زندگی ختم ہو چکی تھی اسکے بجائے ظلم۔ تشدد۔ جہالت اور اگیان کا مجسم بن چکا تھا۔ راون میں یہ تبدیلی دھکے فساد تباہ کاری کی واحد ذمہ دار ثابت ہوئی۔

راون کے ظلم و تشدد سے تمام رشی۔ منی۔ یوگی اور تپسوی پناہ مانگ رہے تھے۔ رام لیلا کی رچنا۔ رشی۔ منی کی مانگ پناہ کی پرسکون و در قلبی اطمینان کی عظیم شکتی ثابت ہوئی۔ کلیان کاری رام تکمیل

مقصد لئے بانرسینا کے ہمراہ سمندر پار کر کے لنکا پہونچے تو راون کی پستی منزل زوال کا آغاز ہو چکا - تباہ - بربادی اور زوال کے شکار ہو گئے رشی - منی - دیوتا لوگ نہیں بچ سکے تو انسان اور راکششوں کا تو سوال ہی کیا یہ بہت آسانی سے لقمہ اجل بن سکتے ہیں - راون - رام کی زد سے بچ نہ سکا - جب زوال پوری شدت اور طاقت سے عمل پیرا ہوتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسکو بچا نہیں سکتی -

راون بہروگی اور اگیانی روپ دھارن کر چکا تھا - یہ غرور اور گھمنڈ کا پجاری حیران و پریشان بے یار و مددگار ہو کر - تقدیر کا واحد ذمہ دار رام سے مقابلہ کرنے کی تدابیر پر غور و فکر میں مشغول ہو چکا - مقابلے کی استطاعت پہلے ہی ختم ہو چکی تھی بھبیشن جیسے نیک کردار بھائی سے بھی ہاتھ دھو چکا تھا - جسکو اپنے دربار سے بے عزت کر کے نکال دیا تھا - مندودری جو لنکا کی رانی تھی اسکا مشورہ بھی کوئی سود مند ثابت نہ ہو سکا - غرضکہ ہر طرف سے مایوسی اور ناکامی ہی کا سامنا تھا - یہ تمام اسباب سیتا کے ہرن کرنے کے وقوعے کے بعد پیدا ہو رہے تھے راون ایسا محسوس کر رہا تھا کہ کوئی غیبی طاقت یا دیوتاؤں کی شکتی اپنا اثر جمائے رکھی ہے - جسکے باعث کوئی صورت ایسی نظر نہیں آ رہی تھی جو اسکو نجات اور سکون دلا سکے - بجز اسکے کہ وہ حرمان نصیبی پر آہ و زاری کرتے ہوئے شکست کو قبول کر لے۔

درپیش زوال پذیر واقعات جو یکے بعد دیگرے ظاہر ہو رہے تھے ان میں سب سے پہلے ہنومان جی کا لنکا نگری میں آنا - بھبیشن سے ملنا - سیتا ماتا کی خبر لینا اور بعد میں لنکا کو آگ لگانا - پھر انگد کا راون

کے دربار کو وبھیشن بغیر جانا پھرے دربار میں راون کو سمجھا دیا
کہ رام سے دشمنی مول لینا ٹھیک نہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ تم رام
سے اپنی غلطی کی معافی مانگ لو۔ وہ بہت دیالو ہیں۔ مگر راون
ان باتوں پر کب دھیان دینے والا تھا۔ یہ مشورہ بھی اس کے لئے سود مند
نہ ہو سکا خاصی گفتگو کے بعد جب جذباتی کلام کا آغاز ہوا۔ تو
انگد کو بھی اسی طرح مخاطب ہونا پڑا۔ حالات سدھرنے کے بجائے
فضا مکدر ہی ہوتی گئی انگد جذبات سے بے قابو ہو کر دونوں ہاتھوں کو
زمین پر اس زور سے مارا کہ پوری لنکا لرز اٹھی۔ راون کا
سنگھاسن ڈولنے لگا اور سر کے مکٹ زمین پر گر پڑے۔ ان میں کے
چار مکٹ اٹھا کر انگد رام کے چرنوں میں پھینک دئے۔

اس پر بھی راون کے ہوش ٹھکانے نہیں آئے۔ اپنی ضد
پر قائم رہا۔ تو انگد نے راون کے دربار میں اپنا پیر جما کر اعلان
کیا کہ :-

"اگر راون کے دربار کا کوئی بہادر اس وقت میرے پیر کو
جگہ سے ہٹا دے تو میں رام سے کہونگا کہ وہ سیتا ماتا
کو لنکا میں چھوڑ کر واپس ہو جائیں"

اتنا سنتے ہی اگیا نی راون کے سمجھ میں یہ بات سمائی کہ پیر کا ہٹانا
کوئی مشکل امر نہیں۔ فوراً اپنے دربار کے بہادروں سے مخاطب
ہو کر کہا کہ :-

"اے لنکا کے بہادرو! اس بندر کے پیر کو ہٹا نا ہی
کیا توڑ ڈالو۔ اس سے بہتر موقع ہمارے لئے نہیں"

قمیص حکم میں دربار کا ایک ایک بہادر انگد کو ڈگمانا تو کجا جنبش بھی
نہ دے سکا مایوس ہو کر اپنی اپنی جگہ جا بیٹھا۔ مگر راون کو یہ ذلت
کب برداشت ہو سکتی تھی۔ ذلت کے علاوہ وہ اس میں اپنی شکست
بھی محسوس کر رہا تھا۔ تو خود راون انگد کے پیر کو ہٹانے کیلئے قریب
آیا۔ چونکہ انگد بہت عقلمند اور سیاست دان تھا فوراً اپنا پیر
جگہ سے ہٹا کر راون سے یوں مخاطب ہوا۔

"اے لنکاپتی راون میں نے بھرے دربار میں
پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تو رام سے دیا اور چھما مانگ
میرے پیر چھونے سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اپنے
قصور کی معافی رام سے مانگ"

نادان راون اپنی بھول میں رام اوتار کے سمجھنے اور جاننے میں ہر وقت
گمراہ رہا۔ باوجود مندودری کے بار بار سمجھانے پر بھی اسکی عقل ٹھکانے
نہیں آئی۔ ہر وقت اسکی صائب رائے نیک مشوروں کو ٹھکراتا ہی رہا۔
اس پر گھمنڈ اور اگیان کا نشہ کافی چھایا ہوا تھا۔ اسکے تصور میں
یہ بات اچھی طرح جگہ کر چکی تھی کہ دنیا کی کوئی طاقت اور دیوتاؤں
کی شکتی اسکو زیر نہیں کر سکتی۔ لیکن رام کا نر شریر دھارن کرنا اور
سرو شکتی مان شاکشات کا روپ میں اوتار لینا راون کے گھمنڈ
کو توڑنے کا عملی ثبوت تھا۔ جسکو وہ سمجھ نہیں سکا۔ یہی بھول اور گھمنڈ
اسکی فنا اور زوال کا باعث ثابت ہوئی۔

راون کے اسباب زوال کو اگر شاستر۔ ویدک اور فلسفیانہ
نقطۂ نظر سے غور کیا جائے تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ راجاؤں مہاراجاؤں

چینڈ تون اور گیا نیون کا من جب سام - دان - ڈنڈ اور بھید
جیسے نیتی اور دھارمک گنوں سے محروم ہو جاتا ہے تو وہ ادھوری
بنکر ہو کر لقمہ اجل بن جاتے ہیں یہی حشر راون کا ستیاناس کے
ہرن سے ہوا - عام کہاوت بھی ہے کہ جب مصیبت آتی ہے تو
چو طرفہ ہوتی ہے - یہ مثال راون کی زندگی پر صحیح صادق آئی - سب
سے پہلے بھرے دربار میں چار ملکوں یعنی سام - دان - ڈنڈ اور بھید
سے بے نیاز ہونا پھر لنکا کے چار دروازوں سے رام کا حملہ ہونا
رام کی بانر افواج کا چار سپہ سالاروں انگد - نل - نیل اور ہنومان
کی سرکردگی میں لنکا پر بیک وقت حملہ ہونا اس بات کی کھلی تصدیق
ہیں کہ مصیبت چو طرفہ ہی ہوتی ہے - جب سے چھٹکارہ پانا راون
کے بس سے باہر ہو چکا تھا - یہی نادانی اسکی تباہی اور زوال کی
سبب بنی

راون کے پاس رام سے مقابلہ کرنیکی تاب و طاقت ختم
ہو چکی تھی - کیونکہ اس دس گنوں میں سے صرف چھ گن باقی
رہ گئے تھے - ان چھ گنوں سے بھی راون کو بے نیاز کرنا صرف رام
ہی کیلئے سزاوار تھا کیونکہ وہ اسی کارن نر شریر دھارن
کرکے اوتار کی شکل میں رونما ہوئے تھے - کیونکہ رام ستّ - رج -
تم گنوں کے ورتیوں میں مکمل شکتی روپ میں اپنی لیلا دکھا
رہے تھے - اسکے برخلاف راون کے پاس صرف ایک تمناگن ورتی
جسکو تم سمجھتے ہیں کام کر رہی تھی - تین کے مقابلے میں ایک کی کیا حقیقت
ہو سکتی ہے - اسلئے راون کو رام کے مقابلے میں شکست اٹھانی
پڑی - جو یقینی اور لازمی تھی -

باب ساتواں

راز خودی

ہے خودی اصلی خدائی از خودی پیدا ہے خدا
گوہر کی تہہ میں وصف گہر پایا رکھتا ہوں میں — ستیہ پرست لال

تو دیکھو اس کو من میں
کیوں پھرے بھٹکتا بن میں

چونکہ گیتا کے رموز حیات و نجات سے واقف ہونیکے بعد یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ مقصد زندگی کے اہم کردار کے انکشاف میں ہماری سعی کیا ہونا چاہئے؟ تاکہ صحیح معنوں میں ہم اپنے آپکو معروف و مشغول کر سکیں۔ اسکا لزوم ہم پر اسلئے عاید ہوتا ہے کہ ہمارا مقام اس کائنات عالم میں سرو شریشٹھ یعنی اشرف المخلوقات کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسکی تصدیق قرآن شریف اور اپنشدوں سے کیجاسکتی ہے۔ رحمت عالمین اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ

"اے داؤد میرے لئے مکان تعمیر کرو"

جواب میں حضرت پاک داؤد علیہ السلام نے فرمایا:-

"اے خداوند کریم آپ تو مکان سے بے نیاز ہیں
آپکو اسکی کیا ضرورت"

پھر ارشاد خداوندی ہوا:-

"تم خود میرے مکان ہو اس میں میرے لئے جگہ خالی کرو"

ان ارشادات خداوندی و حقائق کی روشنی میں ہمکو یقین
کامل ہو چکا کہ ہمارا مقام اس دار فانی میں کسقدر بلند اور عظیم ترین
حیثیت کا حامل ہے۔ جو شخص بھی ان ارشادات کو سمجھا اور ان
پر صدق دل سے عمل پیرا ہوا تو وہ نجات حاصل کر سکتا ہے۔ نجات
سے مراد ذات باری تعالے میں محو ہو جانا قرآن شریف میں اسکو
رضوان اکبر یا فردوس اعلیٰ میں داخل ہو جانے سے نجات حاصل
ہوتی ہے فرمایا گیا ہے۔

پس یہ لازم نہیں کہ اب ہم قعر پستی میں پڑے رہیں اور خالق
مخلوق و قادر مطلق کے ہمگیر وجود سے لاعلم و ناواقف بنیں۔ ہمارے
لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اس صداقت کا حقیقی اور سچا و کامل علم
حاصل کریں۔ تاکہ ہمکو اپنی گمراہی و ہیچ مدانی کا شکوہ باقی نہ رہے
متلاشیان حق کیلئے اس سے زیادہ آسان اور سہل حکمت عملی
دوسری نہیں کہ :-

"بجز اپنے در کے نہیں اور در
دکھا مجھکو اے داور داد گر"

مندرجہ بالا قول و زریں ارشادات خداوندی ہماری مقصد
برآری میں کس حد تک مفید مطلب اور معاون ہو سکتے ہیں غور و فکر
کے محتاج ہیں۔ جہاں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ بجز اپنے در کے کوئی اور
مقام نہیں جہاں دیدار حق ممکن ہے۔ اس صداقت اور الہام الہی کو
پیش نظر رکھتے ہوئے حصول مقصد و مدعا کیلئے ہمکو صرف، دو ہی راہگزر

دکھائی دیتے ہیں ایک مذہب تو دوسرا فلسفہ یا ویدانت جنکی
وساطت سے ہماری عقدہ کشائی آسان اور ممکن ہو جاتی ہے یہ
امر مسلمہ ہے کہ مذہب کو فلسفہ پر ترجیح حاصل ہے۔ چنانچہ وید۔
شاستر۔ اپنشد۔ پران۔ رامائن۔ گیتا۔ قرآن شریف۔ بائبل۔ دھرم
گرنتھ۔ ستیارتھ پرکاش الہامی اور مذہبی کتب صاف طور پر مذہب
کی اہمیت و افضلیت پر مہر صداقت ثبت کر چکے ہیں۔ چنانچہ رشی
منی۔ گیانی۔ صوفی۔ عابد۔ اور پیغمبروں نے بھی دلیل پیش فرمائی کہ
مذہب کا مقام اعلیٰ اور افضل ترین ہے۔ اسکے ساتھ انسان کی جو اشرف
المخلوقات ہے اسکو بھی بڑی اہمیت دی گئی۔ تمام بزرگان دین و دھرم
بیک زبان یہ فتویٰ دے چکے کہ انسان ہی خود اپنے اندر چین شانتی اور
سچائی کا مخزن ہے۔ خودی کی پہچان ہی میں دیدار حق مضمر ہے۔ جو خود
کو جان اور پہچان لیا وہ نرے بلا کسی کد و کاوش کے خدا یا اشور کو حاصل
کر سکتا ہے۔ دنیا کا ہر مذہب سچائی ہی کی تلقین کرتا ہے۔ کیونکہ سچائی
خدا کا دوسرا نام ہے۔ ایک محقق۔ عابد۔ صوفی و حق پرست کیلئے خود
سے جدا یا علیحدہ رہکر حق کا متلاشی ہونا محض خام اور عمل ناکارہ کے سوا کچھ نہیں
نجات یا مکتی کی اصطلاح کو سمجھنے کیلئے الہامی کتب اقوال اولیا
و اوتاروں کی ہدایات و ارشادات زیادہ مفید اور کارآمد ثابت
ہوں گے۔ کیونکہ انہی سے ہماری صحیح رہنمائی اور رہبری ہو سکتی ہے۔ چند
نظائر قارئین کے پیش نظر ہیں۔ جنکے مطالعہ سے یہ واضح ہو جائیگا کہ ان
ارشادات سے ہم سابق میں کس حد تک مستفید ہوئے اور دور حاضرہ و
مستقبل میں جذبہ حق شناسی اور راز خودی کی واقفیت میں کسطرح رہنمائی
ہو سکتی ہیں؟

عناصر خمسہ سے آغاز کرتے ہیں جنکو اہل شریعت عرش، ابر، ہوا، آگ،
پانی، اور خاک سے موسوم کئے۔ ویدوں میں انکو پنچ بھوت کہا جاتا ہے۔ جو
آکاش، وایو، تیج، جل، پرتھوی ہیں۔ پھر آکاش کو تین حصوں میں تقسیم
کیا گیا۔ جو بھوت آکاش، من آکاش اور چت آکاش۔ ہم صرف چت آکاش
ہی سے بحث کرینگے۔ کیونکہ اسی کے باعث انسان میں عشق، محبت کا
جذبہ جاگ اٹھتا ہے۔ جیسا کہ عارفا کہتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ نے اپنے کو پوشیدہ خزانہ
ہونا پسند فرمایا۔ اسی کی جان، پہچان اور شناخت کیلئے مخلوق عالم
کو وجود میں لایا"

کائنات اور خالق مطلق کی پہچان کیلئے حواس خمسہ سے
مدد لیجاتی ہے۔ انکو حواس ظاہری اور باطنی کہتے ہیں۔ پانچ گیان اندریوں
سے اعضا اور جسم کی تخلیق عمل میں آئی۔ بعد میں اس جسم انسانی سے
روح کا تعلق قائم کیا گیا۔ اسکی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔ ایک روح
دوسری ابوالارواح۔ جنکو آتما اور پرماتما بھی کہتے ہیں۔ جسم اور روح
کے اس سنجوگ اور تعلق کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ہے۔ ہماری تمام تر
مساعی۔ اور اسکا نتیجہ بھی ہوگی کہ روح اور جسم سے سنجوگ کو جدا کیا
جائے۔ جو زندگی کا اصل مقصد ہے۔ جسکو نروان یا مکتی کا نام دیا گیا
مکتی سے مراد ذات باری تعالیٰ میں محو ہو جانا یا رضوان اکبر یا فردوس اعلیٰ
میں داخل ہونا ہے

مکتی کے تین اقسام بتائے گئے ہیں جنکو جیون مکتی، سبب مکتی
اور مصر بدا مکتی کہتے ہیں۔ ہم صرف جیون مکتی ہی سے بحث کرینگے جو ہمارا
اصل مدعا ہے۔ کیونکہ جیون مکتی ہی کی وساطت سے مخلوق کو جان اور

پہچان سکیں اور تمام کائنات کا شعوری علم یوں حاصل ہوتا ہے جسکے
باعث کائنات کی ہر شئے کو خدا کی قدرت میں سب و جب کرنے پر مجبور ہو
جاتے ہیں - اتنے پر ہی اکتفا نہیں ہوتا بلکہ خدا کے ظہور - اور دائمی وجود
کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں - ہمارے یہ مشاہدات لطیفت افروز
روشن ضمیری میں تبدیل ہو جاتے ہیں - نتیجہ یہ کہ جو شخص ان عاملانہ
نتائج کو سمجھا اور ارشادات خداوندی کو اپنا رہنما اور رہبر بنا لیا تو
وہ ملکتی حاصل کر سکتا ہے - قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ خوشحال
شخص اور جماعت پر ہی اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا ہے اور جو دنیوی
تمام قید و بند سے پاک ہو جائے تو وہی شخص ذات باری تعالیٰ میں
جذب ہو سکتا ہے - اور جو خدا کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے تو ایسے
بندے کی زندگی بہت شاندار اور محبوب ترین بندے خدا کی ہر بانی
پس یہ لازم ہو گیا کہ خوشحال زندگی اور بندگی کیلئے رازِ خودی
کا علم اور حصول از بس ضروری - کیونکہ اس سے طبیعت میں استغنا
پیدا ہوتا ہے - جس سے روح کی قوت - بدنی قوت پر غالب جسمانی
ہو جاتی ہے - جب روح غالب اور جسم مغلوب ہو جاتا ہے تو
مطلق اور حقیقت الحقائق (ستیا ستیم) کا آئینہ مستحکم طور
پر قائم ہو جاتا ہے -

اپنشدوں میں رازِ خودی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے - خودی
ایک غیر متبدل - قائم مطلق اور مستحکم شکل کی مجسمی حالت ہے جس
میں قوت استقامت پائی جاتی ہے ہر زندگی میں اسکا وجود ایک
ہی حالت میں پایا جاتا ہے - رازِ خودی زندگی کا وساطتی آدھار ہے

جس کی سخاوت سے عالم گیر بیداری پیدا ہوتی ہے اور انسانی سطح نظر اس قدر بلند اور بالاتر ہو جاتا ہے جس کے باعث روحانی جذبہ بیدار ہو کر حقیقی حصول مدعا کے قریب تر پہنچا دیتا ہے اور زندگی کو حقیقی مسرتوں سے معمور رکھتی ہے۔ جو نجات کا صحیح مداوا ہے۔ رازِ خودی کا علم ایک پاک زندگی کی دلیل ہے جو ایک عابد اور طالب صادق کو نجات اور نروان کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے۔

رشی یاگیہ والکیہ رازِ خودی کو اس طرح بیان کیا

"جس طرح گیلی لکڑی کے جلنے سے باہر کی طرف دھواں اور چنگاریاں نکلتی ہیں۔ اسی طرح جب روح باہر کی طرف سانس لیتا ہے تو اس کے منہ سے رگ۔ یجر۔ سام اتھر۔ وانگرس۔ اتہاس۔ پوران۔ ودیا۔ اپنشد۔ سوتر انو ویاکھیان۔ ویاکھیان کا ظہور ہوتا ہے"

دوسری مثال پانی کی دی۔ سمندر کو پانی کا مرکز قرار دیکر اسکی تمثیل انسانی جسم کی مشابہت کے ساتھ اس طرح کی:-

"جسم چھونے کا مرکز۔ ناک سونگھنے کا۔ زبان لذتوں کا آنکھ مشاہدات کا۔ کان آواز کا۔ پردے اندریوں کا ہاتھ کرم کا۔ آلہ تناسل سرت عیش و عشرت کا مقعد اخراج کا۔ بانی وید کا"

رشی کا اصل مدعا یہ بتانا تھا کہ آتما ہی سے ہر چیز کی

ابتدا اور انتہا ہوتی ہے۔ جب انسان خود مرکز ہے کسی چیز سے باہر
تلاش کرنیکی ضرورت نہیں۔ وہ اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتے تھے
کہ آتما۔ پرماتما۔ اور برہمہ خود ہی میں موجود ہیں۔ چونکہ انسان
اشرف المخلوقات ہونے کے تعلق سے اسکو چاہئے کہ وہی عقل محض کا
استعمال کرے اور خود ہی میں پرماتما کی تلاش میں مصروف رہے
جو زندگی کا اصل مدعا ہے۔ جب اس لزوم کا بار ہماری ذات واحد
پر عاید ہو چکا تو ہمکو چاہئے کہ ایسے وسائل و ذرائع کی تلاش دلائل
کریں جنکی وساطت سے ہماری مقصد برآری مکمل طور پر ہو
حاجت روائی کیلئے ہم کو مذہب ہی کی معاونت۔ رہبری اور رہنمائی
ضروری اور لازمی ہو جاتی ہے کیونکہ مذہب ہی صحیح معاون و مددگار ہو
سکتا ہے۔ اسرار نہانی اور رموزہائے باطنی کا انکشاف ہماری عقل اور ذہنی
رسائی سے بالاتر ہے۔ ان حالات میں مذہب کے ساتھ ساتھ فلسفہ یا
روحانیت کا سہارا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ زندگی کے اس دشوار گذار منزل
و تنگ و تاریک گھاٹی سے چھٹکارا پانیکا ایک ہی راستہ دکھائی
دیتا ہے وہ ہے راز خودی کا جاننا

اسلئے ہمکو انسانی جسم کی ساخت کا علم ہونا ضروری ہے
جس کی صراحت۔ رشی یاگیہ والکیہ نے بیان کی تھی جسکی ہم مزید خاکوں کے ذریعہ
اسی باب میں اگلے صفحات پر واضح کیا جائیگا

ہمارا وجود دوہرے خصوصیات کا حامل ہے جہاں ایک
جانب بشری شعور کی ذمہ داریوں کا احساس اجاگر ہوتا ہے
تو دوسری طرف باطنی سکون کی تلاش۔ دینی عبادت۔ ریاضت۔

جذبات

اور خدا پرستی جیسے جذبات جاگ اٹھتے ہیں ہمکو یہاں شعری شعور
سے بحث نہیں ہم محدود ہیں صرف اپنی ذاتی۔ روحانی تشنگی تک
جسکی وساطت سے آتما اور پرماتما کی تلاش اور نروان کی پراپتی
مقصود ہے۔ تاکہ مقصد حیات کو مفید اور کارآمد بنا سکیں یہ
کوئی مشکل امر نہیں بشرطیکہ انسان سعی مسلسل اور صدق دل
سے صراط المستقیم کی راہ پر گامزن ہو جائے ابھرو۔

"مشکل ان نیست کہ آسان نہ شود
مرد باید کہ ہراساں نہ شود"

پس اسقدر طویل بحث کے بعد یہ واضح ہو چکا کہ مذہب
ہی ایک ایسا واسطہ اور راستہ اور وسیلہ ہے جو علم ذات ہائے پوشیدہ
کے انکشاف میں صحیح مددگار اور رہبر ہے۔ یہ وہ سائنس ہے جسکی
وساطت سے ذاتی تعلقات۔ ساختی متابعت کے سمجھنے میں
بڑی سہولت اور مدد ملتی ہے ونیز خالق اور مخلوق کے استوار
رشتے کی جانچ اور تحقیق کا سرچشمہ عمل تصور کیا جاتا ہے قلبی
سکون اور روحانیت کا حصول مذہب ہی کی مداومت
اور استقامت سے ممکن ہے۔ ہر مذہب کی یہ تلقین ہے کہ قادر
مطلق ہم سے جدا نہیں۔ اسکی تلاش اپنی خودی ہی میں کرنی چاہئے
جس طرح دنیا کے دیگر علوم ہمہ جہتی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ اسی
طرح مذہب کا مطالعہ بھی خادم اور مخدوم کے استوار و پائندار رشتہ
اور وسیلے کے سمجھنے میں آسانی پیدا کرتا ہے۔ مذہب افضل اور ارفع ترین

برکت اور رحمت ایزدی ہے جو راز خودی کا جان اور یہی ان میں
ایک راستہ اور واسطہ کلام دیتا ہے ...

غور طلب بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں ہماری صحیح رہبری مذہب
کے بعد وہ کون ذریعہ اور طریقہ ہو سکتا ہے جس کی رہنمائی میں ہم اپنے
مقصد و مدعا کے حصول میں قریب سے قریب تر پہونچ سکیں۔ اس
کے لئے مذہب کے ساتھ ساتھ قدیم علوم ادب کے کتب خانے
زندہ صوفیاں اور سچے گروں کی صحبت ست سنگ بڑا اعتماد
میں وقت گذاریں تو مفید مطلب کے علاوہ حصول مدعا کا یقین ہی

صوفیوں کے زریں کلام

(۱) "بچشم تو در جہان دیکھتے ہیں۔ خدا ہی کا جلوہ وہاں دیکھتے ہیں
جو غافل ہیں اسکو کہاں دیکھتے ہیں۔ نہ یہاں دیکھتے ہیں نہ وہاں دیکھتے ہیں
جیسے در بدر ڈھونڈتے ہو عزیزو خدا سے ہم سجدوں میں عیاں دیکھتے ہیں" عاجز

(۲) "بلّھو خاطر جمع ہوئے ست گورو کے پیر سنگ
کو بت کو جت مرکے گھر ہی لاگا سنگ" بلّھو

(۳) "جان جملہ علمہا این است این۔ کہ بدانی من کیم در یوم دین
قیمت ہر کالہ میدانی کہ چیست۔ قیمت خود را ندانی ابلہیست"

مولانا روم رحمۃ اللہ

راز خودی کے متلاشیان کیلئے قرون ماضیہ کا دور باوجود اپنے مخصوص خصوصیات کے بہت سازگار اور سودمند تھا۔ ان ادوار میں انسانی زندگی مخصوص۔ امتیازی حیثیت اور شخصیت کی پاسبان تھی۔ جہاں اسکا ایک زمانہ معصومیت کا تھا تو دوسرا دور ادائی فرائض منصبی پر زیادہ زور دیتا رہا اسکے بعد کا دور کافی عروج کا تھا جس میں انسانی صلاحیتیں کافی نشوونما پا چکیں تھیں۔ شعوری امتیاز نہایت بلندی یا اوج پر تھا۔ حصول نجات کی راہیں نئی کروٹیں بدلکر سنیاس کا مقام حاصل کر چکیں تھیں۔ مگر موجودہ دور میں سابقہ ادوار کی تمام خصوصیات و عملیات دور حاضرہ کے سماج اور مزاج کیلئے نہ تو قابل قبول ہیں۔ نہ قابل عمل تو پھر وہ کونسی راہیں اختیار کی جائیں جن سے ہماری مقصد براری ہو۔ اس نازک۔ پر آشوب اور مادی دور میں ہماری تمام صلاحیتیں۔ عبادت۔ بھگتی خدمت خلق کی جانب مرکوز رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے حصول مدعا میں کامیاب نہ ہوں۔ اس راز کو بھگوت گیتا میں نہایت شگفتگی اور انداز سے پیش کیا گیا ہے

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

کیونکہ راز خودی کا حصول ہی نجات کی ہدایت کا واحد ضامن ہے جس کے سبب انسان کی تمام صلاحیتیں اور قوتیں اعتدال پسندی کے ساتھ رجوع بکار ہو جاتیں ہیں۔ انسان شانتی اور سنجیدگی کا پتلا

صبر و سکون اور استقلال کا ستون۔ روحانی زندگی کا سرچشمہ ذاتی اور ملکی سدھار کا بانی اور رہنما بن کر کار خیر میں مصروف کار ہو جاتا ہے۔ ایسا پختہ اعتقاد اگر من میں قائم ہو جائے۔ تو خوف ان دلیری۔ ہمت۔ قوت برداشت۔ طاقت عملی۔ اور حقانی ممیزہ کی رہنمائی میں عزم بالجزم کے ساتھ زیادہ و بہتر بیدار ہو جاتا ہے

راز خودی کا علم ایک محقق۔ گیانی۔ عابد کو پنچ روپ بندھن سے چھٹکارا دلانے کا موجب بن جاتا ہے۔ یہی ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے جس کے ذریعہ انسان آتمک روپ پرکھ اور شناخت کر کے یعنی آتما اور پرماتما میں جذب ہو سکتا ہے۔ حصول مدعا کے لئے جن مدارج سے گزرنا ہے وہ سچ۔ سنتوش۔ انہد بانیاں۔ سدھی۔ اور آتما میں۔ پاک پاکیزہ دل و دماغ والا گیانی ہی ان حقائق سے واقف ہو کر عزم صمیم سے عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ قبل ازیں ذکر آچکا ہے کہ ہمارا جسم پانچ کرم اندریوں اور پانچ گیان اندریوں کے تابع عمل ہے۔ ان تمام اندریوں کو سمیٹ کر آتما میں جذب کر لینا۔ دنیاوی آلائشوں اور عیش و آرام کے جھمیلوں سے بے نیاز و بے تعلق ہونا ایک طالب دیدار اور راز خودی کے محقق کیلئے از بس ضروری اور لازمی ہے۔ جب وہ راز خودی کے زیور سے آراستہ ہو سکتا ہے تو قوت خود اعتمادی کا یہ جذبہ اس کو تمام بندشوں سے نجات و نیز فاسد تصورات و محسوسات ذہنی سے مبرا بنا دیتا ہے۔ ایسا طالب ہی خالق کل اور محیط عالم کے دیدار کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس طالب کی آتما جسم کے دروبندوں سے آزاد ہو کر پرماتما میں لین ہو جاتی ہے

اس کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ آتما پر علیا کا جو دھندلاپن چھا گیا ہوا ہے
اس کدورت کو ہٹایا جائے تاکہ دل و دماغ اور عقل میں توازن و یگانگت
قائم ہو سکے جس سے روانی خودی کی راہیں ہموار ہو کر سردشتہ ساکشات
کار پر برہم پرماتما کا دیدار خودی میں مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جائے
جن وسیلوں اور طریقہ کار وہا کی اعانت سے ہماری مقصد براری یا
تکمیل کو پہونچ سکتی ہے ان کی تلاش - ان پر عمل اور انکو اپنانا ضروری ہے

"نو دوارے کا پنجرہ - تا میں پنچھی پون
رہنے میں اچرج بھیا - گئے اچنبھا کون" کبیر آنند کرتا

چونکہ ہم پنڈ روپی شریر رکھتے ہیں - ہمارا جسم شریر گرہستی کا استھان ہے - یہ جسم ایک پنجرہ ہے جسکے نو دروازے ہیں اس جسم میں ایک آزاد بلند پرواز پرند (روح) کا بسیرا ہے - اتھرو وید کی اظہار ودیا دسویں کے دوسرے سوکت میں بیان ہے :-

"وہ کونسا کاریگر ہے جس نے اس جسم کی رچنا کی - جس نے جو اسکو دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے کہ کیسا بنا دیا - اسکو اتنے سوراخ ہیں - اسکے باوجود اندر والا بھاگ کر کہیں نہیں جاتا"

تھیت سے آپنشد میں :-

"انسانی جسم کو رشیوں کی جگہ ہے تجربہ ہے ست رشی کا مقام رہائش ہے ست رشی سے مراد پانچ گیان اندریاں چھٹا چت ہے ساتواں ودیا بدھی ہے"

صرف اتنا ہی نہیں ویدوں اور آپنشدوں نے جسم کو

"دیوپوری" سے موسوم کیا جسکو اٹھو چکرا مرنو دروازے
والی دیوتاؤں کی پوری ادوہیا کہا۔ تو معلوم ہوا کہ ہمارے
جسم کا ایک نام رشی بھومی تو دوسرا دیوپوری۔ آگے دیکھ
اسکا نام برہم پوری ایکھا جہاں پرماتما کے درشن ہوتے ہیں
جس میں آتما اپنی منزل کو پاتا ہے
سوامی آنند سروتی جی فرماتے ہیں :-
"جسم کے حاصل کرنیکا موقع بہت دیر میں اور مشکل سے ملتا ہے
یہ رشی پوری دیوپوری اور برہم پوری کا پاک صاف سندر مندر
ہے جس میں پربھو کے درشن ہوتے ہیں اسکو حقیر سمجھکر رائیگاں
اور ضائع نہ کرنا چاہیے۔ اسکی اہمیت سے پورا پورا فایدہ اٹھاو
تاکہ اسکی وساطت سے تم اس مندر میں پہونچ سکو کہ جہاں تمہارا
کلیان ہوگا"
جسم کے نو دروازوں کی تفصیل یہ ہے۔ انکو چکر بھی کہتے ہیں
پہلا چکر مولادھار۔ دوسرا سوادھشٹھان۔ تیسرا منی پورک
چوتھا اناہت۔ پانچواں مین۔ چھٹا وشدھی ساتواں آگیا آٹھواں
برہم رندھر اور نواں کنڈلنی۔ چونکہ ہم ہندو رولی شریر رکھتے ہیں
ہمارا جسم شیوگرنتھی کا استھان ہے۔ اسلئے ہم شیو بھگوان
کو کلیان کاری روپ تسلیم کرتے ہیں اور شیو بھگتی کو کلیان
کاری کا موجب۔ یہ ایک رزحانی یا فلوفیانہ دھرم ہے جسکے
سمجھنے کیلئے جسمانی ڈھانچہ کا علم ضروری ہے یہ جسم تین گرنتھیوں
کا مجموعہ ہے۔ جو شیوگرنتھی۔ وشنو گرنتھی اور برہمہ گرنتھی کہلاتے ہیں

جنکو علی الترتیب ستھول، سوکشم اور کارن شریر بھی کہتے ہیں۔ ان
تینوں شریروں کو بھٹکانے والے بھی تین عناصر ہیں۔ پہلا جسمانی
عوارض۔ دوسرا دماغی غیر توازن تیسرا روحانی فقدان ہے۔ ان
تین اثرات سے بچنے کیلئے رازِ خودی کا علم ازبس ضروری سمجھا گیا
اسکا لزوم ایک سادہ زندگی کیلئے بھی اتنا ہی ہے جتنا زہد و تقویٰ
کی زندگی کیلئے۔ ان عوارض سے پاک زندگی ہی حصول مدعا کی
مستحق قرار پاتی ہے سمجھی جاتی ہے۔ اور نجات کے طالب کے
لیئے رازِ خودی کا علم اولین اور بنیادی کام ہے۔ جیسا کہ کل کی پہچان
اسکا دوسرا جزو لازمی بن جاتا ہے۔ تکمیل رہنمائی اور روشن ضمیری
سے کام لیکر خدا کی ذات میں جذب ہو جانا سہل اور آسان ہو
جاتا ہے۔ تکمیل مدعا کیلئے ذیل کے خاکوں سے بھی مدد لیجا سکتی ہے

خاکہ نمبر ۱

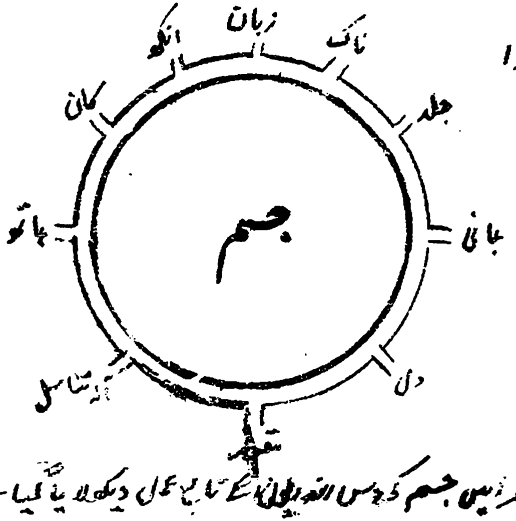

خاکہ نمبر ۱ میں جسم کے دس اعضاء کا تابع عمل دکھلایا گیا ہے

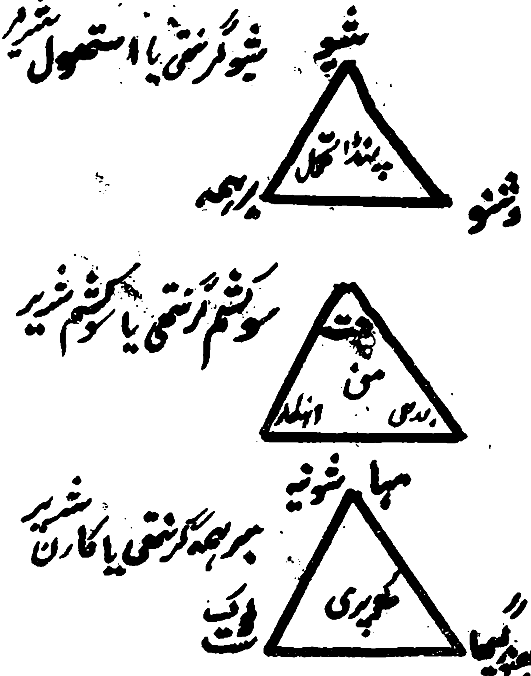

خاکہ نمبر۲

خاکہ نمبر۲ میں اس امر کی وضاحت ہے کہ کس طرح ہمارا جسم تین گرنتھیوں میں منقسم ہے جو شیو - سوکشم اور برہمہ گرنتھی کی شکل میں دیکھائے گئے ہیں پنڈا استھول کو خاص مقام حاصل ہے - سوکشم شریر میں من - چت - بدھی - اہنکار کی عناصر ایسی کشش ہی جکڑا ہوا مادی دنیا سے لگاؤ - عیش و آرام اور دیگر آلائشوں میں اسقدر مربوط رہتا ہے کہ ہو لکر بھی معبود حقیقی کی جانب اپنی عیش پرست توجہ مبذول نہیں کرتا - نکوبری کی اہمیت بھی نمایاں کیگئی ہے ہکو برہمہ گرنتھی اسلئے کہتے ہیں کہ

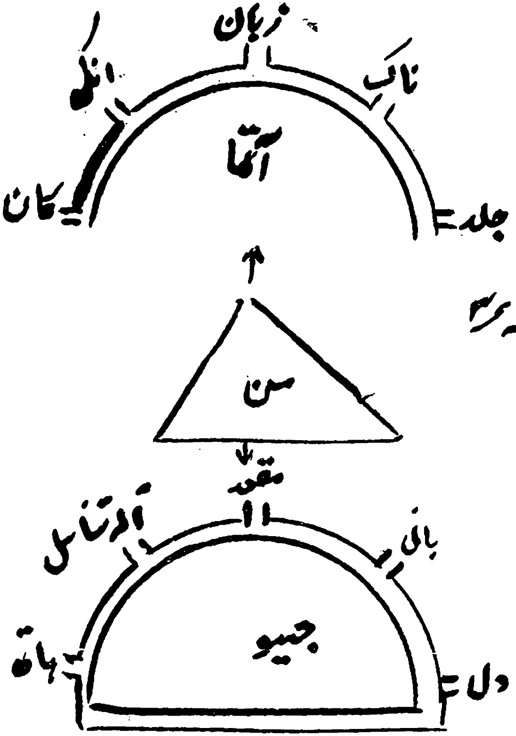

خاکہ ۳

خاکہ ۳ کو اسلئے اہمیت ہے کہ اس میں من کو آتما کا پیاسا اور جیو کا بھوگی بتلایا گیا ہے۔ آتما اپنے پانچ گیان اندریوں کے جال میں پھنسکر گیان روپی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جیو مادیت میں مصروف پانچ کرم اندریوں کا آدھین ہوکر کرم روپی بنا رہتا ہے۔ منش آتما اور جیو کی دہری بندھن میں گیان اور کرم اندریوں کی آدھینتا میں زندگی گزارتا رہتا ہے۔ اس قید و بند سے آزادی کا صرف ایک راستہ ہے دو راز خودی کی جان و نیز بھگوت گیتا کا مقصد بھی یہی ہے کہ نجات کی راہیں کشادہ

ہو کر حصول مدعا کی تکمیل بھی ہو۔ صرف شرط یہ ہے کہ صدق دل اور یگانگی کے ساتھ راہ اللہ پر گامزن رہیں تو ہر مشکل آسان اور سہل ہو کر نجات کی منزل تک پہونچا دیتی ہے پس بھگوت گیتا کا ورود مشکل کشا سے کچھ کم نہیں - ایک طالب دیدار - محقق صادق اور سچے پریمی کو جو نجات اور نروان کا خواہشمند ہے اسکی مقصد براری اور تکمیل مدعا میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

"چشم باطن میں اگر آ جائے نور
ہر جگہ دیکھیگا وہ اس کا ظہور
ایک ہیں وہ ایک ہیں اور ایک ہیں
رمز کو سمجھیں جو دل کے نیک ہیں"

آٹھواں باب

بھرت کوپ

"بھرت کوپ" چترکوٹ کا یہ وہ مقام ہے جہاں برہما نے مت گیندو شیو کے لنگ کا استھاپن کیا تھا جسکی وجہ چترکوٹ کی عظمت و شان میں چار چاند لگ چکے تھے اس لنگ کو چترکوٹ کا محافظ بھی سمجھا جاتا تھا - صدیوں سے عقیدتمند یاتری اپنے گناہوں کے کفارے کیلئے پوجا اور پرستش کرتے تھے - اسی مقام پر بھگوان رام نے بھی اگست منی کی ہدایت پر شیوجی کی بھگتی کرنے سے وردان پایا تھا - جسکی وجہ راون کو فتح کرنے میں انکو کوئی دقت نہیں ہوئی - کیونکہ رام ہی کے ہاتھوں راون کی مرتیو یقینی اور ضروری تھا -

چترکوٹ کی تاریخی اور تقدسی اہمیت پہلے اس طرح گروٹ لی کہ "بھرت کوپ" کی سابقہ عظمت - شان و شوکت باقی نہیں رہی - اسکے باوجود بنباس کے دوران ہی رام کا چترکوٹ میں قیام اسکی قدر و منزلت میں اضافہ کا سبب بن چکا - بھرت چترکوٹ پہونچنے کے بعد جب دلی سکون اور شانتی حاصل کر چکا تو

واپسی سے پہلے رام سے یہ خواہش ظاہر کی کہ چترکوٹ کی سندرتا اور اسکی عظمت کا مشاہدہ کرنیکا اجازت چاہی رام سے ملنے کے بعد بھرت ہر لحاظ سے مطمئن اور شاداں تھے۔ بھگتی۔ سیوا۔ خلوص اور محبت کا رنگ اتنا چھا چکا تھا کہ واپسی سے پہلے اترے رشی کے آشرم جانا اور انکا آشیرواد بھی حاصل کرنا ضروری سمجھ رہے تھے۔ چونکہ رام ہر وقت بھرت کی دلجوئی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے انکی اس خواہش کو فوراً منظور کیا۔ بھرت۔ رام کی اجازت ملنے پر اترے رشی کے آشرم پہونچے رشی نے بھرت کی بڑی عزت اور تعظیم کی۔ بعد اس مقام کی نشاندہی کی جو اپنی سابقہ شان اور عظمت کھو چکا تھا۔ صدیوں سے گمنام اور پوشیدہ تھا تیرتھ دریا ترا کیلئے جو شہرت تھی وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔

رشی نے یہ سوچا کہ اس مقام کی شہرت اور عظمت کا اعادہ بھرت کے ہاتھوں ہی سے کرایا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ منی کے مشورے سے بھرت نے جو پوتر جل رام کے راجتلک کیلئے لایا تھا اسکو مقام متذکرہ پر ڈال دیا۔ جب وہ مقام اس پوتر جل سے سیراب ہو چکا۔ پھر کیا تھا؟ "بھرت کوپ" اپنی سابقہ شان شوکت اور عظمت سے جاگ اٹھا۔ "بھرت کوپ" کا معدوم سے عالم وجود میں آنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ بھرت کی عظمت کا پہلو انوکھی شکل میں "بھرت کوپ" کو عالم وجود میں لانیکا واحد ذمہ دار قرار پایا۔ یہی مخصوص صداقت زیر مطالعہ تصنیف کی اشاعت اور عالم وجود میں آنیکا موجب ہوئی۔

"بھرت گیتا" کے ساتھ "بھرت کوپ" کا نسبتی رشتہ
بھی اس حقیقت اور صداقت کا اہم پہلو ہے وہ نہر اپنی دوامی
استحکامت۔ شہرت اور حقیقیت کا پیش خیمہ بھی۔ بھرت
جی کی واحد فرض شناسی اور اطاعت گزاری اسی معدوم اور مفقود
مقام کی عظمت کو اجاگر کرنے اور اسکو عالم وجود میں لانیکا لاجواب
اور لامثال کارنامہ ثابت ہوئی۔ گو اس واقعہ کی وقوع پذیری
صدیوں پہلے ہو چکی ہے مگر آج تک اسکی اہمیت اور تقدس میں کوئی
فرق نہیں آیا کیونکہ اس کلجگ میں بھی لوگ اسکو اپنی مکتی اور نجات
کا ذریعہ سمجھتے ہیں بھرت کا یہ زرین اور سنہرا کارنامہ اپنی آپ نظیر
اور بڑی ہی قدر و منزلت کا حامل ہے۔

"بھرت کوپ" کا عالم وجود میں آنا ایک عجوبہ غیبی سے کچھ
کم نہیں کیونکہ رام کی راج تلک کیلئے مختلف تیرتھوں سے منگوایا ہوا
جل اتری رشی کی ہدایت پر اسی خاص مقام پر ڈالا جانا ایک کرشمہ
قدرتی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جب بھرت کے ہاتھوں کا یہ تاثیر ہے تو رام
کے قدموں کا حال نہ پوچھئے۔ جنکے قدم پتھر کو چھونے سے "اہلیا" جاگ
کر دیولوک پہونچ سکتی ہے تو کیوں نہیں بھرت کے ہاتھوں سے
"بھرت کوپ" کا عالم وجود میں آنا اسی قدر و منزلت کا حامل
متصور نہ ہوگا۔ صرف فرق اتنا ہے کہ "اہلیا" دیولوک کو سدھاری
تو "بھرت کوپ" کا مقام آج بھی دنیا تک اپنی سابقہ عظمت اور شان کے
ساتھ سرزمین بھارت میں قائم رہیگا

"بھرت گیتا" کا دوسرا تصور "بھرت میں رام" اور

رام میں بھرت" کے وحدتی پہلو میں مضمر ہے۔ جسکی ہمہ گیر صداقت
سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ رام کا زریں قول بھی ہماری
اس دلیل کی صداقت میں بیش بہا۔ نادر۔ مقدس قول کی شکل
میں تحفہ ایزدی کا مقام رکھتا ہے۔ وحدت میں کثرت اور کثرت
میں وحدت کا جلوہ اسطرح سرایت ہو چکا کہ کسی صورت میں بھی
ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ بھگوان رام کے
مقدس اقوال کو وید اور شاستر سے بھی زیادہ ترجیح حاصل ہے
ان ارشادات خداوندی میں "جدائی" اور "ملاپ" کی جو تشریح
کیگئی ہے اپنی آپ خاص اہمیت رکھتی ہے۔ "جدائی" کو دکھ، رنج اور
غم کا موجب سمجھا جاتا ہے تو "ملاپ" سکھ، شانتی اور چین کا سرچشمہ
چترکوٹ میں رام اور بھرت کا ملاپ دنیا کو سکھ اور شانتی کا پیغام
پہنچایا۔ اس کلجگ میں یہ مسرت کا پیغام نجات اور نروان
پراپتی کا ذریعہ ہے۔ اگر انسان اپنے اگیان اور گمراہ کرنے والے
خیالات و کدورات سے جدا ہو کر پاک اور صدق دل سے
رام نام کا سمرن کرے تو نروان کی راہیں ہموار ہو کر نجات کا
حصول آسان اور سہل ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ بھرت کی
بھگتی اور پرستش کو اپنا وطیرہ بنائیں تو پھر منزل مقصود کا
حصول نہایت آسان ہو جائیگا۔ کیونکہ بھرت کو سکھ شانتی کا
دو ماڑ رود بر بھہ کا خیالی قلعہ کہا جاتا ہے۔ جب ہم اس قلعہ کی
بالائی منزل پر قدم جما چکے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے مدعا سے ناکام
رہیں۔ کیونکہ بھرت گیتا ہی ہماری حیات و نجات کی وحدہ ذمہ دار

اوم۔ شانتی۔ شانتی